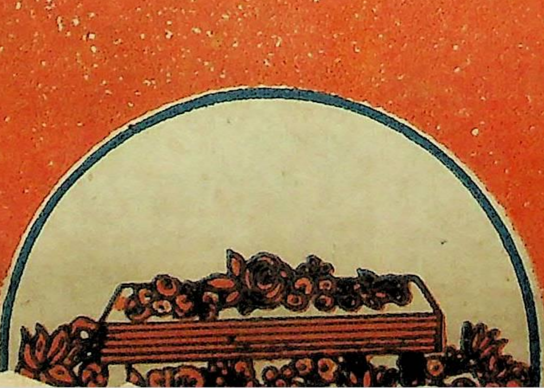
PRIL 1976

فہرست مضامین

اوم



OM

یسکی کیسا دی نے شائع کیا۔

DELHI

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

ماہنامہ اوم دلی
اندرون بازار اجمیری گیٹ

بابت ماہ اپریل سنہ 1976ء

قیمت فی پرچہ 2/75 روپے
سالانہ چندہ -/28 روپے
وی۔ پی منگوانے پر -/3 روپے زائد
اسی چندہ میں سالنامہ یوگ انک قیمت -/10
بالمیکی رامائن (اردو) حصہ اول -/11
مفت دیئے جائینگے

غیر ممالک سے
سالانہ چندہ بذریعہ بحری ڈاک -/100 روپے
" ہوائی ڈاک -/150 روپے

چیف ایڈیٹر
گورکھ ناتھ نندہ
سمپادک
برہمانند نندہ

فہرست مضامین

شری برہمانند نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و مالک نے اعلیٰ پرنٹنگ پریس گلی سوداگران بازار بلی ماراں دلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ "اوم" اندرون بازار اجمیری گیٹ دلی سے شائع کیا۔

نغمۂ زندگی

شری ہرنام داس جی آنند ایم۔ اے۔ بی ٹی

وطن کی خاک کے ہر ذرہ کو جنت نشاں کر دیں
دو روزہ زندگانی کو حیاتِ جاوداں کر دیں

اخوت اور وحدت کا پڑھیں دل سے سبق ایسا
دوئی کو صفحۂ عالم سے بے نام ونشاں کر دیں

دلوں کو اس طرح بھر دیں محبت کے لطائف سے
کہ اپنی زندگی کو پریم کی اک داستاں کر دیں

دماغوں میں وہ نور و حسن کا جلوہ کریں پیدا
کہ اس دنیائے خاکی کو منور کہکشاں کر دیں

ارادوں میں وہ اپنے گرمیٔ ایماں کریں پیدا
کہ نورِ روح کو پھیلا کے روشن آسماں کر دیں

طبائع کی نجاست اور کدورت تاکہ دھل جائے
ہمالۂ وطن سے پریم کی گنگا رواں کر دیں

زمینِ زندگی میں گل کھلائیں آدمیت کے
معطر خلق کی خوشبو سے سر تا پا جہاں کر دیں

خیالی جنتوں کی چھوڑ دیں ساری تمنائیں
حیاتِ نقد کو ہی شوق سے رشکِ جناں کر دیں

رہے آزاد اور خرم یہ دائم ملک ہند اپنا
یہ نعرہ ہے حریت کا اسے وردِ زباں کر دیں

میرے دل میں چھپے ہیں شوق کے صد ولولے آنند
اجازت ہو تو ہم بھی اب عیاں دردِ نہاں کر دیں

ॐ ॐ ॐ

"اُوم اکھشر سنو وچار" "اُوم اکھشر تربھون سار"

ੴ

اِک اونکار

جگت گورو نانک کو ہندو اوتاری پرش مانتے ہیں۔ وہ ویدانت کے علمبردار تھے۔ اُن کی تعلیم وید اور شاستروں کے عین انوکول تھی۔ اُنہوں نے ایک ہی ست وستو (واہگورو، پرماتما، اللہ) جس کو ویدوں نے "اُوم" یا اونکار کا نام دیا ہے، کو مانا ہے۔ اُس کے علاوہ تمام درشیہ (سنسار) کو متھیا کہا ہے۔

"درِشٹ مان ہے سکل متھینا"

یعنی جو کچھ بھی درِشٹی گوچر ہے۔ یہ سب متھیا ہے۔ البتہ جو اِس کا درشٹا دیکھنے والا (آتما) اور اِس کی رچنا کرنے والا، پالنے والا اور پھر لے (ناش) کرنے والا پرماتما ہے۔ وہ (اُوم) ہی ست ہے۔ اور وہ پرماتما "اِک" یعنی ایک ہے۔ ੴ گویا وہ واحد ہے اور لاشریک ہے۔ ੴ اوپر کی لائن کو بڑھا کر یہ ثابت کیا ہے، کہ یہ سب وستار جو سنسار روپ میں نظر آ رہا ہے۔ یہ بھی وُہی ہے۔ حضرت محمدؐ صاحب نے بھی اِس ویدک سِدھانت کو تسلیم کرتے ہوئے، یہی فرمایا

لا اِلٰہ اِلا اللہ

"نہیں ہے کچھ بھی سوائے اللہ کے" "سَروم کھلوِدم برہم" گویا سب خدا ہی خدا (اوم ہی اوم) ہے۔ اور وہ واحد ہے۔ اور اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اُدھر حضرت عیسٰے نے بھی فرمایا:-

"I AND MY FATHER ARE ONE"

گویا دنیا میں جتنے بھی آستک مہاپرش آئے، اُنہوں نے واحدنیت کی تعلیم دی، اور اُن سب کا سِدھانت ایک ہی تھا۔ اُنہوں نے ایک ست وستو (برہم یا خدا) کو ہی ست یعنی قائم بالذات مانا۔ اور اِس تمام سنسار کو بھی اُسی کا ہی روپ ثابت کیا۔ وید بھگوان نے بھی یہی فرمایا۔ کہ

एकं सत विप्रा: बहुधा वदन्ति ॥

"ایکنگ ست وِپرا بہودھا وَدنتی"

یعنی ست ایک ہے۔ پرنتو وِدوان لوگوں نے اِس کی وِیاکھیا انیک پرکار سے کی ہے۔ جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ اِنگلینڈ، امریکہ، رُوس، جاپان وغیرہ کسی دیش میں چلے جاویں

نغمۂ زندگی

شری ہرنام داس جی آنند ایم۔ اے، بی ٹی

وطن کی خاک کے ہر ذرہ کو جنت نشاں کردیں
دو روزہ زندگانی کو حیاتِ جاوداں کردیں

اخوت اور وحدت کا پڑھیں دل سے سبق ایسا
دوئی کو صفحۂ عالم سے بے نام و نشاں کردیں

دلوں کو اس طرح بھردیں محبت کے لطائف سے
کہ اپنی زندگی کو پریم کی اک داستاں کردیں

دماغوں میں وہ نور و حسن کا جلوہ کریں پیدا
کہ اس دُنیائے خاکی کو منوّر کہکشاں کردیں

ارادوں میں وہ اپنے گرمئ ایماں کریں پیدا
کہ نورِ روح کو پھیلا کے روشن آسماں کردیں

طبائع کی نجاست اور کدورت تاکہ دھل جائے
ہمالہ وطن سے پریم کی گنگا رواں کردیں

زمینِ زندگی میں گل کھلائیں آدمیت کے
معطر خلق کی خوشبو سے سرتاپا جہاں کردیں

خیالی جنتوں کی چھوڑ دیں ساری تمنائیں
حیاتِ لفظ کو ہی شوق سے رشکِ جناں کردیں

رہے آزاد اور خرم یہ دائم ملکِ ہند اپنا
یہ نغمہ ہے حریت کا اسے وردِ زباں کردیں

میرے دل میں چھپے ہیں شوق کے صد ولولے آنند
اجازت ہو تو ہم بھی اب عیاں دردِ نہاں کردیں

ॐ ॐ ॐ

"اوم" اکھشر سنو وچار "اوم" اکھشر تربھون سار

੧ੴ
اِک اونکار

جگت گورو نانک کو ہندو اوتاری پرش مانتے ہیں۔ وہ ویدانت کے علمبردار تھے۔ ان کی تعلیم وید اور شاستروں کے عین انوکول تھی۔ انہوں نے ایک ہی ست وستو (واہگورو، پرماتما، اللہ) جس کو ویدوں نے "اوم" یا اونکار کا نام دیا ہے، کو مانا ہے۔ اس کے علاوہ تمام درشیہ (سنسار) کو متھیا کہا ہے۔

"درشٹ مان ہے سکل متھیا"

یعنی جو کچھ بھی درشٹی گوچر ہے یہ سب متھیا ہے۔ البتہ جو اس کا درشٹا دیکھنے والا (آتما) اور اس کی رچنا کرنے والا، پالنے والا اور پھر لے (ناش) کرنے والا پرماتما ہے۔ وہ (اوم) ہی ست ہے۔ اور وہ پرماتما "اک" یعنی ایک ہے۔ ੧ੴ گویا وہ واحد ہے اور لاشریک ہے۔ ੴ اوپر کی لائن کو بڑھا کر یہ ثابت کیا ہے، کہ یہ سب وستار جو سنسار روپ میں نظر آرہا ہے۔ یہ بھی وہی ہے۔ حضرت محمد صاحب نے بھی اس ویدک سدھانت کو تسلیم کرتے ہوئے یہی فرمایا

لا الٰہ الا اللہ

"نہیں ہے کچھ بھی سوائے اللہ کے" "سروم کھلودم برہم" گویا سب خدا ہی خدا (اوم ہی اوم) ہے۔ اور وہ واحد ہے۔ اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ادھر حضرت عیسٰے نے بھی فرمایا:۔

"I AND MY FATHER ARE ONE"

گویا دنیا میں جتنے بھی آستک مہاپرش آئے، انہوں نے واحدنیت کی تعلیم دی، اور ان سب کا سدھانت ایک ہی تھا۔ انہوں نے ایک ست وستو (برہم یا خدا) کو ہی ست یعنی قائم بالذات مانا، اور اس تمام سنسار کو بھی اسی کا ہی روپ ثابت کیا۔ وید بھگوان نے بھی یہی فرمایا۔ کہ

एकं सत विप्राः बहुधा वदन्ति ॥

"ایکنگ ست وپرا بہودھا ودنتی"

یعنی ست ایک ہے۔ پرنتو ودوان لوگوں نے اس کی ویاکھیا انیک پرکار سے کی ہے۔ جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ انگلینڈ، امریکہ، روس، جاپان وغیرہ کسی دیش میں چلے جاویں

وہاں بھی 2 + 2 = 4 ہی ہوگا۔ البتہ دو کو ٹو TWO اور چار کو FOUR (فور) اپنی اپنی زبانوں میں کہا جاوے گا۔ لیکن اَرتھ تو سب کا ایک ہوگا۔ اِسی طرح "ست" یعنی قائم بالذات۔ ہمیشہ ایک رَس ایک سار اور قائم رہنے والی وستو "برھم" پرماتما، واہگورو، خُدا، گاڈ وغیرہ مختلف ناموں سے پُکارے جانے پر بھی وہ ایک ہی ہے، اور ایک ہی رہے گا۔ ناستک لوگ (کافر) خُدا کی ہستی کو نہیں مانتے۔ لیکن پرکرتی (مایا) کو ست مانتے ہیں۔ اور چونکہ پرماتما ہی "ست" ہے، اور وید بھگوان نے فرمایا کہ

सर्वं खल्विदं ब्रह्म ॥

"سروم کھلو اِدم برھم"

"نشچے کر کے سب کچھ برھم ہی ہے"۔ اِس لیئے اگر ناستک لوگ ایسے خُدا کو جو صرف مندروں اور مسجدوں میں ہی قید ہے، نہیں بھی مانتے، تو کوئی حرج نہیں ہے۔ وُہ "ست" یعنی ہستی کو تو تسلیم کرتے ہیں۔ اِدھر ویدانت شاستر بھی خُدا، پرماتما کو استی، بھاتی اور پریم رُوپ سے وَرنن کرتا ہے۔

گویا سب سنسار جو درِشٹی گوچر ہے۔ سب اُسی کا رُوپ ہے۔

"ایہہ بسو تُم دیکھ دے۔ ایہہ ہر کا رُوپ ہے۔ ہر رُوپ نذری آیا"

"چودہ چار کُنٹ پربھ آپ۔ سگل بھون پُورن پرتاپ"

وید میں لکھا ہے، کہ پرماتما ایک ہے اور جب اُس کی اِچھا ہوئی، اور جیوؤں کے پُور بلے کرم اُودے ہونے کا سمے آیا، تو پرماتما نے سنکلپ اُٹھایا

"ایکو ہم بہوُ شیاما۔ مَیں ایک ہُوں، انیک ہو جاؤں"

اسی طرح حضرت محمدؐ صاحب نے بھی فرمایا۔ کہ جب خُدا نے کہا۔ "کُن" (ہو جا) تو یک دم دُنیا بن گئی۔ خدا نے کہیں سے مٹی پانی وغیرہ لاکر اِس سنسار کی رچنا نہیں کی۔ بلکہ وہ خُود ہی (خُد۔آ) سویمبھو آپے آپ ہی سب رُوپ بن گیا۔ جیسے سوپن میں دریا، پہاڑ، جنگل، انسان، درندے، پرندے وغیرہ انیک پرکار کا جگت دِکھائی دیتا ہے۔ لیکن سوپناوی پُرش سے مایا نیلیحدہ نہیں ہوتا، بلکہ اُسی کے سنکلپ سے ہی سب کچھ بن جاتا ہے۔ اِسی طرح جب خُدا (برھما) نے اِس سرشٹی کے رچنے کا سنکلپ کیا، تو سب کا سب سنسار یکدم نمودار ہو گیا۔

ب بیٹھے تو وحدت میں کثرت سے نظر آنے لگے
خُفتہ یا بیدار ہیں کیسے نظر آنے لگے

سامنے آئینہ پہلو دار جب اپنے ہُوا — ایک مکھڑے کے کئی ہو کر نظر آنے لگے
شہر و دریا، کوہ و دریا تھا کہاں ان کا ظہور — ناٹک پردہ گرا ایک اوم نظر آنے لگے
بستر وحدت پہ لیٹے تھے سمندر کی طرح — ایک کروٹ سے ترنگیں بن نظر آنے لگے
کیا طلسم ہے یہاں خود دیکھنے والے ہیں ہم — آپ ہی آئینہ ہو اُس میں نظر آنے لگے
معرفت کی آنکھ سے دیکھا تبھی پھر غور کر
آپ ہی گوبند تھے واحد نظر آتے لگے

گورُو نانک صاحب کی بانی سے ظاہر ہوتا ہے، کہ وہ وحدانیت (ادویت واد، ویدانت) کے انویائی تھے. وہ تمام سنسار کو ایشور کا ہی رُوپ سمجھتے تھے۔ فرماتے ہیں :۔

اپنی مایا آپ پساری ۔ آپ ہی دیکھنہارا
نانا رُوپ دھرے بہو رنگی ۔ سب تے رہے نیارا

اسمبھو (ناممکن) کو سمبھو (ممکن) دکھانے کا نام مایا ہے۔ جیسے مداری اپنی مایا سے کچھ کا کچھ کر دکھاتے ہیں۔ ایسے ہی پرماتما ایک ہے۔ لیکن انیک رُوپ بن کر ظاہر ہو رہا ہے۔

"بن ترن ۔ پربت ہے پار برھم — ایہہ جگ سچے کی ہے کوٹھڑی۔ سچے کا وچ واس"
"کرن کارن پربھ ایک ہے، دُوسرا ہی کوئی — نانک تس بلہارنے جل تھل مہی اَل سوئی"

اب ہم گورُو صاحب کا مُول منتر درج کر کے اپنے اس لیکھ کی سماپتی کرتے ہیں۔

اِک اونکار ست نام کرتا پُرکھ نربھو نروَیر
اکال مُورت ۔ اجُونی سَے بھنگ ۔ گور پرساد —— جپ

بھاو ارتھ —— اونکار یعنی "اوم" پرماتما کا نام ہے، اور (وہ) ذاتِ حق یکتا (واحد) ہے۔ دُوئی سے پاک ہے۔ وہ نتیہ ہے ستیہ ہے، اور اکھنڈ ہے۔ "کرتا" رچنا کرنے والا "پُرکھ" محیط کُل سروویاپک ہے۔ "نربھو" جو جنم مرن کے بھے سے رہت ہے۔ "نروَیر" جس میں عداوت ہے نہ کینہ ہے۔ "اکال مورت" مرتیو سے رہت ایشور کا سورُوپ ہے۔ اِسلئے "اجُونی" یعنی اجنما ہے۔ "سَے بھنگ" "سویمبھو" سُتھا سوئینگ پرکاش ہے۔ "گور پرساد" برھم شروتری، برہم نشٹھ گورُو کی کرپا سے اُس ایشور کا ساکھشاتکار ہوتا ہے۔
اتھوا "گورُو" برھما آدی دیوتاؤں کا اُپدیشٹا ہونے کے کارن سب کا گورُو اور پوجنیہ ہے۔
"پرساد" شُدھ اور پرسن ہے۔ ارتھات اودیا سے رہت ہونے کے کارن سرو تھا شُدھ بُدھ اور مُکت سروُپ ہے ؛

اوم شم

سچّائی یا حقیقت

——— سوامی کرشنا مورتی جی

(مترجم شری لکشمی چند گرو ور شاہدؔ)

پرشن:۔ سچّائی یا حقیقت کیا ہے اور اسے کیسے پراپت کیا جا سکتا ہے؟

اُتّر (از سوامی کرشنا مورتی جی):۔ سچّائی ایک ایسا دیش ہے، جو بے راستہ ہے۔ یہ پراپتی یا سدھی نہیں ہے۔ بلکہ آگے بڑھنے یا اُنتی کا ایک نرنتر سادھن ہے۔ سچّائی کے پاس بھینٹ کرنے کے لئے ڈھارسیں نہیں ہیں۔ یقیناً پرماتما یا حقیقت کو کسی مخصوص جاتی و ونش یا پُرانی ریتی یا پرم پراگت کتھا یا کسی عادت سے چمٹنے سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ ہاں اس کی پراپتی اُس وقت ہو سکتی ہے۔ جب ہم ہر قسم کی آشاؤں، ہچکچاہٹوں و پُشٹیوں سے پُوری طرح سے عاری و نجپت اور ننگے ہوں، اور اُس براہِ راست سادگی و بھولے پن میں جیون کا اُپجاؤ پن یا ماحصل مُضمر ہے۔ ——— "اوم شم"

قطعات

شری لکشمی چند گرو ور شاہدؔ

فانی دُنیا

مت بھول کہ دُنیا ہے یہ فانی فانی | ہر چیز گویا ہے یاں آنی جانی
شاہدؔ توشۂ آخرت بنا۔ ورنہ | روزِ محشر ہو گا تُو پانی پانی

تیری رحمت

اے مالکِ کُل بے نوا ہُوں میں | بے بضاعت و بے آسرا ہُوں میں
تقوٰے ہے شاہدؔ تیری رحمت کا | گو عاصی و عاصی بے پناہ ہُوں میں

بالمیکی رامائن (حصہ دوئم):۔ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۶ء کو شائع کیا جا چکا ہے۔ اگر رسالہ "اوم" کے کسی سالانہ خریدار کو نہ مِلا ہو تو ہمیں مُطلع فرمادیں۔ "مینیجر"

ضروری نوٹ :-

رسالہ "اُوم" کے معزز خریداران ← توجہ دیں

۱- اپنے پتہ والی چٹ کو بغور ملاحظہ فرماویں اور اگر اس میں کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں فوراً مطلع فرماویں، تاکہ آئندہ غلط پتہ کی وجہ سے پرچہ ڈاک میں گم نہ ہو۔

۲- پتہ والی چٹ سے اپنا خریداری نمبر اپنی پاکٹ بک میں نوٹ کر لیں اور بوقت خط و کتابت یا منی آرڈر بھیجتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں، تاکہ آپ کے حکم کی فوراً تعمیل ہو سکے۔

۳- منی آرڈر کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ خوشخط اردو انگریزی دونوں زبانوں میں لکھیں، اور خریداری نمبر بھی ضرور لکھیں۔ اگر خریداری نمبر یاد نہ ہو، تو یہ ضرور لکھیں کہ میں پرانا خریدار ہوں۔ اگر آپ نئے خریدار ہیں، تو یہ بھی لکھیں کہ میں نیا خریدار ہوں۔

۴- پرچہ نہ ملنے کی شکایت اسی ماہ کی 15 تاریخ کے بعد اور 25 تاریخ کے اندر ضرور کر دیں۔ ہم پرچہ دوبارہ مفت بھیج دیں گے۔ دو دو، تین تین ماہ کے بعد شکایت کرنا اصولاً غلط ہے۔ ہر ایک خریدار کو قواعد کی پابندی لازمی کرنی چاہیئے۔

۵- سالنامہ "یوگ انک" جنوری اور فروری ۱۹۷۶ء گویا دو ماہ کا پرچہ تصور کیا گیا تھا۔ ماہ فروری کا کوئی پرچہ شائع نہیں ہوا۔ اس لئے اس کے نہ پہنچنے کے متعلق شکایت کرنا بے سود ہے۔ ہم ایسی چٹھیوں کا جواب نہیں دیں گے۔

۶- منی آرڈر صرف رسالہ "اوم" دلی کے نام بھیجا کریں۔ کسی ذاتی نام پر ہرگز نہیں اور چیک بنام "اوم" دلی "THE "OM" DELHI" ہونا چاہیئے۔ دلی کے باہر کے چیک پر چار روپے (Rs.4/-) زائد ارسال کریں یا دلی کے کسی بنک کا ڈرافٹ بھیجیں۔

۷- جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ بھیجنے کی کرپا کریں۔

۸- آج کل رسالہ "اوم" کا سالانہ چندہ -/28 روپے مقرر ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل کتب مفت دی جاتی ہیں :-

(۱) سالنامہ "یوگ انک" بابت جنوری اور فروری ۱۹۷۶ء (۲) بالمیکی رامائن اردو حصہ اول۔ (۳) یوگ ابھیاس اور گائیتری جاپ (۴) گوبند اپدیش (۵) گیتا سنکھشپت پاٹھ۔

غافل اِنسان سے خطاب

شری سوامی شِوانندجی سرسوتی۔ رِکھی کیش

چند روزہ نفسانی آنند کے بھنور میں پڑے ہُوئے غافل اِنسان تجھے یاد ہے سنسار میں کس لئے آیا تھا۔ اور تیرے جیون کا انجام کیا ہے۔ تو اپنے شریر کا ہی ہو چکا ہے اور آتما کو بھول گیا ہے۔ دنیاوی نمائش اور للچانے والے ناپائدار کھیل تماشہ کے پیچھے پڑکر تو نے آتما کی اصلی خصلت اور تڑپ کو کچل ڈالا ہے کیتنی افسوسناک حالت ہے۔ مایا کو کوئی نہیں پہنچ سکتا موہ بھی بڑا بلوان ہے۔ اب بھی اپنی آنکھیں کھول۔ وقت ہے۔ اگیان کی گہری نیند سے بیدار ہو۔ اصلیت کو پہچان اور سچا اور مستقل آنند حاصل کر۔ رُوحانی دولت ہی سچی کبھی نہ ختم ہونے والی دولت ہے۔ رُوحانی گیان ہی سچا گیان ہے۔ آتمک جیون ہی سچا جیون ہے، اسی کی خواہش کر۔ آتما کو پہچان اور آزاد ہو جا۔ تو اپنی برہم کی شان کو کھو چکا ہے۔ اسے دوبارہ حاصل کر، وچار کر، دھیان کر اور اپنے انتریامی امر آتما کو پہچان۔ وہ ہی اندرونی حکمران انادی روشن اور ابناشی ہے۔

اے تھوڑے وشواس والے اِنسان۔ لاعلمی اور اگیان کی گہری نیند چھوڑ دے۔ آتما کا گیان حاصل کر۔ اے سنسار کے دلدل میں پھرنے والے آوارہ گرد، لافانی آنند اور شانتی کے اپنے اصلی مسکن پر واپس جا۔ جو انتہائی خوشی اور طاقت کا سرچشمہ ہے۔ جیون کا منبع اور مستی اور وجد کا فوارہ ہے۔ جہاں سے پریم اور روشنی کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ جو ست چت آنند برہم کا استھان اور شان وشوکت سے بھرپور ہے۔ آتما کے خیالات ہی من میں رکھ۔ اِیشوری گیان اور پوِترتا سے اپنے وچاروں کو بھر دے۔ تاکہ تمام روشنی کی روشنی تمہارے شریر کے ایک ایک روم میں چمکے۔ تمہارے شریر کے ایک ایک ذرّے میں ایشوری تھرتھراہٹ ہو۔ ہر سانس بھگوان کا گُن گائے، اور سوہم یا شیام اور رام کے خاموش نعرے لگائے۔

رسالہ اوم دِلّی کے اغراض ومقاصد

۱۔ زمانہ حال کی زبان میں برہم گیان کی تعلیم دینا۔

۲۔ بھگتوں، یوگیوں، گیانیوں اور دوسرے مہاپرشوں کے اُبھارنے والی زندگیوں کے مؤثر حالات پیش کرنا۔

۳۔ عالمگیر اور ابدی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعہ تعصب اور تنگدلی کو دور کرنا۔

۴۔ تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان اِنسانی وحدت دکھلاکر باہمی رواداری۔ قدرشناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا۔

۵۔ ماضی وحال کے بلند ترین خیالات اور نہایت گہرے رُوحانی تجربات کو پیش کرنا۔

آتم گیان

یقین کر لو کہ میں جسم نہیں ہوں، میں نام نہیں ہوں، اور ان سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے جسم کے ناش سے میرا کچھ نہیں بگڑتا۔ نام کی بدنامی سے میری بدنامی نہیں ہوتی۔ میں امر ہوں، اجر ہوں، نشکلنک ہوں، شدھ ہوں، سناتن ہوں۔ ہمیشہ ایک جیسا ہوں۔ کبھی بھی گھٹتا اور بڑھتا نہیں۔ اس جسم کے پیدا ہونے پر میں پیدا نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس کے نشٹ ہونے پر میں نشٹ ہوتا ہوں۔ میرے سروپ میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

جو کچھ بھی تبدیلی آتی ہے، وہ نام اور روپ میں آتی ہے۔ نام اور روپ سے آتما علیحدہ ہے۔ ماتا کے گربھ میں جب جیو آتما آیا۔ اس وقت اس کے ساتھ یہ ستھول شریر نہیں تھا۔ مرنے کے بعد یہ جسم ضائع ہو جائے گا لیکن جیو آتما رہے گا۔ پس ثابت ہوا، کہ جیو آتما جسم نہیں ہے۔ اسی طرح سے ماتا کے گربھ میں جیو کا کوئی نام نہیں تھا۔ لوگ کہتے تھے۔ بچہ ہونے والا ہے۔ یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ گربھ میں لڑکی ہے یا لڑکا۔ جنم ہونے پر کہا گیا لڑکا ہوا! کچھ دنوں کے بعد اس کا نام رکھا گیا۔ والدین کو وہ نام بھلا معلوم نہیں ہوا۔ انہوں نے ایک دوسرا اچھا سا نام رکھ لیا۔ بڑے ہونے پر وہ نام بھی بدل دیا گیا۔ پس اس سے ثابت ہوا۔ کہ نام بھی جیو آتما نہیں ہے۔

نام اور روپ دونوں ہی خیالی ہیں۔ لیکن جیو ان کے نفع اور نقصان کو اپنا نفع اور نقصان سمجھتا ہے۔ اور دن رات ان کی خدمت میں لگا رہتا ہے۔ جسم کو آرام میسر ہو، اور نام کی شہرت ہو بس اسی کے لئے چھوٹے بڑے سب لوگ دیوانے ہو رہے ہیں۔ یہ موہ ہے۔ اگیان ہے، مایا ہے۔ اس سے اپنے تئیں چھڑاؤ، اپنے سروپ کو سنبھالو۔ یاد رکھو۔ جب تک اس نام روپ کو اپنا سروپ سمجھے ہوئے ہو۔ تبھی تک دنیا کے سکھ دکھ تمہیں ستاتے ہیں۔ جس دن جس وقت نام اور روپ کو باطل سمجھ لو گے۔ اسی وقت تم دکھ اور سکھ سے چھوٹ جاؤ گے۔ آتما نرلیپ ہے اور وہی تمہارا سروپ ہے۔

یاد رکھو۔ جسم کے بیمار ہونے پر تم بیمار نہیں ہوتے۔ اس کے صحت یاب ہونے پر تم صحت یاب نہیں ہوتے۔ اس کے موٹے ہونے پر تم موٹے نہیں ہوتے، اور اس کے کمزور ہونے پر تم کمزور نہیں ہوتے۔ تمہاری اصلی تندرستی تو تمہارے اپنے آتما میں قائم ہونے میں ہے۔ جو آتما میں قائم ہے۔ وہ تندرست ہے اور جو پرکرتی میں قائم ہے، وہ مریض ہے۔

اسی طرح سے تمہارے نام کا چرچا ہونے سے تمہاری کوئی شہرت نہیں ہوتی۔ اور تمہارے نام کی

بدنامی سے تمہاری کوئی بدنامی نہیں ہوتی۔ نام کی بے عزّتی سے تمہاری کوئی بے عزّتی نہیں ہوتی اور نام کی عزّت سے تمہاری کوئی عزّت نہیں۔ تم نام سے الگ ہو۔ لیکن جب تک نام کو اپنا سروپ سمجھے رہو گے تب تک نام کی بدنامی سے تمہیں دُکھ ہوتا رہے گا، اور نام کی شہرت سے سُکھ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ تم اپنے نام کے لئے اپنی بیش قیمت زندگی کھو رہے ہو۔

لہذا نام اور رُوپ کا موہ چھوڑ کر جسم کے آرام اور نام کی شہرت کی پرواہ چھوڑ کر اپنے سروپ کی سُدھ لو۔ تم سدا مکت ہو۔ بندھن تمہارے نزدیک بھی نہیں آسکتا۔ سُکھ اور دُکھ من کے دھرم ہیں۔ تم آنند رُوپ ہو۔ تم ست ہو، اور تم چیتن ہو، تم شانتی کے بھنڈار ہو، تم پُورن ہو، تم اکھنڈ ہو، تم اننت ہو، اور تم سناتن ہو۔ اسی نسخہ کو پریکٹ کرو۔ یہی جنم مرن کے بندھن سے چھڑانے والا ہے۔

مُبارک ہو

نظر آیا ہے ہر سُو مہ جمال اپنا مُبارک ہو
"وہ مَیں ہُوں" اس خُوشی میں دل کا بھر آنا مُبارک ہو

یہ عُریانی رُخِ خورشید کی خود پردہ حائل تھی
ہُوا اب فاش پردہ سِتر اُڑ جانا مُبارک ہو

یہ جسم و اسم کا کانٹا جو بے ڈھب سا کھٹکتا تھا
خلش سب مِٹ گئی۔ کانٹا نکل جانا مُبارک ہو

نہ خدشہ ہرج کا مُطلق نہ اندیشہ خلل باقی
پھریرے کا بلندی پر۔ یہ لہرانا مُبارک ہو

تعلّق سے بری ہونا حرُوفِ رامؔ کی مانند
ہر اک پہلُو سے نُقطہ داغ مِٹ جانا مُبارک ہو

چہل درویش

مصنّفہ منشی سورج نارائن مہر

چالیسویں سادھو کی کہانی

(مسلسل قسط دوئم)

منشی صاحب کا ایک لڑکا تھا، جو اُنہیں کی طرح ایک جلیل القدر سرکاری عہدے پر ممتاز تھا۔ اور ایک لڑکی تھی۔ جس کی شادی ایک امیر کبیر آدمی کے لڑکے سے ہوئی تھی۔ اس لڑکی کے ہاں ایک لڑکا تولد ہُوا۔ جب باہر سے باپ کے ہاں آئی، تو اہل محلہ و رشتہ دار وغیرہ مُبارک باد دینے آئے، باتوں باتوں میں ذکر ہُوا کہ بڑی خوشی کی بات ہے، آپ کو پُر تکلّف دعوت دینی چاہیئے۔ آپ نے بخوشی منظور کر لیا۔ جب وہ چلے گئے۔ تو مجھ سے حسب دستور گیان دھیان کی باتیں کرتے رہے۔ گویا خوشی اور مُبارکبادی اور دعوت وغیرہ کا خیال تک بھی دِل میں نہیں ہے۔ چلتے ہُوئے مَیں نے کہا۔ دعوت کے سرانجام میں جناب کو تکلیف ہوگی۔ مجھے حکم دیں تو سب اِنتظام کر دُوں۔ مُسکرا کر بولے۔ بھئی خُوب یاد دلائی۔ مَیں تو بھُول ہی گیا تھا۔ بے شک تم ہی اِنتظام کرو۔ اپنے والد سے بھی رائے لے لینا۔ پانچ چھ روز۔ مَیں۔ میرے والد اور کئی دوست اِنتظام میں مصروف رہے۔ آخر نہایت نفیس دعوت ہُوئی۔ جس میں ڈھائی تین سو آدمی مدعو کئے گئے تھے۔ لیکن ان ایام میں مَیں برابر دیکھتا رہا، کہ منشی صاحب کی روزانہ زندگی اُسی شانتی کے ساتھ بسر ہوتی رہی۔ نہ اُنہیں کسی اِنتظام کا فکر تھا، نہ کسی باعث سے گھبراہٹ تھی، نہ کچھ خوشی کی اُمنگ طبیعت پر حاوی تھی۔ وہی ایک رس شانتی سے بیٹھے رہتے تھے یا اپنا معمولی کاروبار کرتے رہتے تھے۔

اِس دعوت کے کوئی چھ ماہ بعد ان کا لڑکا باہر سے آیا۔ بدن سُوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ بخار اور کھانسی کی سخت شکایت تھی، اور معلوم ہوتا تھا کہ شاید مہینوں کا مریض ہے۔ سب بیٹھنے والے گھبرائے، کہ لڑکے

کو شاید تپ دِق ہے۔ لیکن منشی صاحب نہیں گھبرائے۔ بیمار کو ڈاکٹر کو دکھایا گیا، اور اُس نے نسخہ لکھا۔ دس بارہ روز علاج ہوتا رہا۔ لیکن ذرا بھی افاقے کی صورت نظر نہ آئی۔ لڑکا اور ہم سب گھبرانے لگے۔ لیکن منشی صاحب سب کو تسکین اور دلاسا دیتے رہے کہ بیماری اور تندرستی شریر کا دھرم ہے۔ اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ آخر ایک روز کئی ڈاکٹروں نے جمع ہو کر مشورہ کیا، اور رائے یہ قرار پائی، کہ تپ دِق نہیں ہے۔ نسخہ بدلا گیا، اور روز مرہ افاقہ ہوتا چلا گیا۔ جس طرح منشی صاحب سخت بیماری کے دِنوں میں مطمئن نظر آتے تھے۔ اسی طرح اب بھی مطمئن نظر آتے تھے، اور اپنی حوصلہ افزا باتوں سے مریض اور ہم سب کا دِل بڑھاتے رہتے تھے۔

اس واقعے کے دو تین مہینے بعد کا ذکر ہے کہ ایک روز جو میں صبح پہنچا، تو حسب معمول مُسکرا رہے تھے۔ اور دالان میں چارپائی پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ مجھے کچھ نکات برہم سُوتروں میں سے دریافت کرنے تھے۔ کوئی گھنٹہ بھر کے قریب نہایت فصاحت و بلاغت سے ان باریک مسائل کی تشریح کرتے رہے۔ اتنے میں ملازم نے آکر کہا، ڈاکٹر صاحب آگئے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ خیریت تو ہے۔ ہنس کر کہنے لگے۔ ہاں خیریت ہے۔ یہ نوکر پُرانا ہے۔ بہتیرا منع کرتا رہا، مگر ڈاکٹر کو بلا ہی لایا۔ خیر ڈاکٹر صاحب آئے۔ اور اُنہوں نے حال پوچھا۔ نوکر نے کہا کہ منشی صاحب کل رات کو زینے پر سے گر گئے۔ پاؤں سُوج گیا ہے، اور چلا نہیں جاتا۔ ڈاکٹر نے دیکھا تو حقیقت میں پاؤں سُوج کر کُپّا ہو گیا تھا۔ پوچھا آپ چل پھر سکتے ہیں؟ کہا نہیں۔ ٹیسیں اُٹھتی ہیں؟ کہا ہاں اب تو بہت اُٹھتی ہیں۔ لیکن گھنٹہ بھر سے برہم آنند سے باتیں کرتا رہا تھا۔ کسی قسم کی تکلیف معلوم نہیں ہوتی تھی۔ میری طرح ڈاکٹر بھی شردھا والا آدمی تھا، اور منشی صاحب کے پاس اکثر گیان چرچا کے واسطے آیا کرتا تھا۔ کہنے لگا۔ منشی صاحب تعجب کی بات ہے۔ آپ کے سخت چوٹ لگی ہے اور کوئی آدمی ہوتا تو درد سے بیتاب ہو کر چیخیں مارتا اور سارا گھر سر پر اُٹھا لیتا۔ آپ نے رات بھی آرام سے گزار دی اور اب دس بجنے والے ہیں۔ مزے سے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ کیا آپ جسمانی تکلیفات پر غالب آگئے ہیں؟ منشی صاحب ہنسے اور کہنے لگے۔ بھائی تکلیف اور آرام دونوں شریر یا من کا دھرم ہیں۔ وہ نواسے کی تقریب میں دعوت تمہیں یاد ہوگی۔ اس وقت خوشی کا تماشہ تھا۔ اس کو میں دیکھتا رہا ہوں۔ یہاں نت نئے تماشے ہیں۔ سب دیکھتا ہوں، اور دیکھ دیکھ کر ہنسا کرتا ہوں۔ میں اور ڈاکٹر دونوں حیران رہ گئے۔

چوٹ ایسی سخت لگی تھی کہ پندرہ روز تک سُوجن نہیں اُتری۔ آخر جب چلنے پھرنے لگے، تو ایک روز ذکر ہوا، کہ گنگا جی کا میلہ فلاں روز ہے۔ میں نے کہا۔ منشی صاحب آپ بھی کبھی میلے میں تشریف لے گئے ہیں؟ کہنے لگے۔ ہاں برسوں ہوئے۔ ایک دفعہ گیا تھا۔ میں نے کہا۔ چلئے دیکھ آئیں۔ کہنے لگے تمہاری اچھا۔ لیکن ایک دو روز سے زیادہ نہ ٹھہرنا اور زیادہ جھمیلا ساتھ نہ لے جانا۔ میں نے کہا تو ملازم کو ساتھ نہ لے چلوں۔ بولے

کیا کرو گے۔ گرمی کے دن ہیں۔ ایک مختصر سی کپڑوں کی گٹھڑی باندھ لو، اور چلو اشنان کر آئیں۔ ان باتوں کے تیسرے روز ایک مختصر سی گٹھڑی جس میں دونوں کی دھوتیاں، کچھ کپڑے۔ دو پلنگ کی دریاں اور ایک لوٹا تھا۔ لے کر ہم سٹیشن پر آئے، اور ٹکٹ لے کر بیٹھ گئے۔ بھیڑ زیادہ تھی۔ ہردوار پر جا کر اُترے، تو گٹھڑی کا پتہ نہ لگا کہ کون اُڑا کر لے گیا۔ مَیں نے غلطی یہ کی تھی، کہ روپے جو ساتھ لایا تھا، وہ بھی کپڑوں کے ساتھ اسی میں باندھ دیئے تھے۔ اَب حیران اور پریشان کہ کروں تو کیا کروں۔ منشی جی نے اُتر کر مجھے بُلایا، کہ چلتے کیوں نہیں۔ مَیں نے کہا کیا چلوں، کوئی گٹھڑی لے گیا۔ میلے میں گُزارہ کس طرح ہوگا، اور گھر واپس کس طرح چلیں گے۔

یہ سُن کر آپ ہنسے، اور بولے ادھو گٹھڑی جاتی رہی، اور اس کے ساتھ سب دولت گئی لیکن برہمانند وہ گئی تو کہاں گئی۔ سب چیزیں اسی آکاش میں رہتی ہیں۔ باہر کہیں نہیں جا سکتیں۔ یُوں کہو، پہلے تمہارا یہ ایمان تھا۔ کہ گٹھڑی ہماری ہے۔ اَب کسی اور کا ہو گیا ہوگا کہ اُس کی ہے۔ اِس میں فکر کی کیا بات ہے۔ ہم یہاں گنگا کے اشنان کو آئے ہیں، نہ کہ گٹھڑی کا رونا رونے کو۔ چلو نہائیں۔ خیر ہم گنگا کنارے آئے۔ شام ہونے میں کچھ دیر تھی۔ گرمی کا موسم تھا۔ اشنان کر کے طبیعت بڑی خوش ہُوئی۔ منشی جی گیان چرچا کرنے لگے، اور اس میں وہ آنند آیا کہ رات ہو گئی، اور ہم دونوں کنارے پر ریت میں بیٹھے رہے۔ آخر مَیں نے کہا کہ میرے کُرتے کی جیب میں ٹکٹ کے بچے ہُوئے کچھ پیسے پڑے ہیں۔ حُکم ہو تو کچھ کھانا لاؤں۔ کہنے لگے ہم نے تو صبح بھی کچھ نہیں کھایا۔ نہ اَب کھائیں گے۔ تمہاری اچھّا ہو، لا کر کھا لو۔ مَیں نے کہا جب آپ نہیں کھاتے، تو مَیں بھی نہ کھاؤں گا۔ وہیں بیٹھے ہُوئے ہم پھر باتیں کرنے لگے۔ تھوڑے عرصے بعد منشی صاحب ریت میں آرام سے لیٹ رہے اور مزے سے سو گئے۔ مجھے تعجب آیا، کہ ان کی تمام عمر امیری میں گزری ہے۔ مخمل کے گدّوں پر سونے اور بیٹھنے والے ہیں۔ مگر آج کس مزے سے ریت میں پڑے خرّاٹے لے رہے ہیں، اور لُطف یہ کہ دن رات کے بھُوکے ہیں۔ صبح بازار میں میرے ایک دوست مل گئے۔ وہ اپنی فرودگاہ پر لے گئے۔ وہیں ہم نے کھانا کھایا اور وہیں سے کرایہ لے کر شام کو گھر آئے۔

منشی صاحب میں ایک اور وصف تھا، جو مَیں نہایت غور سے دیکھا کرتا تھا۔ یہ بچوں میں بچے تھے۔ جوانوں میں جوان تھے اور بُوڑھوں میں بُوڑھے۔ ہر ایک شخص ان سے مل کر یکساں خوش ہوتا تھا۔ اور ہر ایک کو یہ خیال تھا، کہ جیسی محبت انہیں میرے ساتھ ہے اور کسی کے ساتھ نہیں۔ ان کی محبت کا دائرہ ایسا وسیع تھا کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ ہر شخص کے نہ دل سے دوست تھے، اور ہر ایک کو فائدہ پہنچانا اپنا فرض عین سمجھتے تھے۔ روپے پیسے سے، ہاتھ پاؤں سے، سمجھانے بجھانے سے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان کی طبیعت میں خودی نہیں ہے۔ اور یہ تمام دنیا کو اپنا آتما سمجھتے ہیں۔ دُشمنی و بغض وکینہ کی مَیں نے ان میں بُو تک نہیں پائی۔ آدمی تو آدمی۔ گائے، بیل، کُتّا، بلی، کبوتر، چڑیا وغیرہ ان کی طرف کھچتے تھے۔ مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

کر کھانا کھانے بیٹھے ہیں، اور چڑیاں نڈر ہو کر تھالی میں سے چونچ بھر بھر کر چیزیں اُٹھائے جا رہی ہیں۔ اور آپ مُسکرا رہے ہیں۔ چھوٹے بچّے اِن کے پاس جا کر ایسے خوش ہوتے تھے کہ گھنٹوں دیوان خانے سے باہر نہیں آتے تھے۔

مَیں تقریباً دس سال ان کی سیوا میں رہا۔ جس طرح کے لطیفے اُوپر بیان ہُوئے۔ اسی طرح کے سینکڑوں اور سُنا سکتا ہُوں۔ لیکن خوفِ طوالت سے خاموشی اختیار کرتا ہُوں۔ صرف دو باتیں اور کہا چاہتا ہُوں۔ ایک دِن گرہست اور سنیاس کے بارے میں میری ان سے گفتگو ہُوئی۔ کہنے لگے۔ سنیاسی کی زندگی گرہستی سے زیادہ آسانی کی ہے۔ کیونکہ سنیاس میں دُنیاوی تعلّقات آدمی کی جان کے ساتھ نہیں ہوتے۔ بہادری یہ ہے کہ گرہست میں رہتا ہُوا آدمی جیون موکش کی زندگی بسر کرے۔ تم اچھی طرح سمجھتے ہو کہ تم گیان سرُوپ آتما ہو۔ اور جگت متھیا ہے۔ پھر جگت سے ڈر کر بھاگنا کیا۔ دیکھو یہ قالین کا شیر ہے۔ کسی کو کاٹتا نہیں۔ پھاڑتا نہیں۔ اب کوئی شخص ڈر کر اس سے پرے کو بیٹھے کہ گو قالین کا شیر ہے۔ مگر کیا خبر ہے، کہ کبھی سچّا بن کر پھاڑ کھائے۔ تو وہ غلطی کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ بس گرہست میں رہو، سب کچھ کرو۔ اور دُنیا میں نہ پھنسو۔ تم تو سرُوپ سے سدا مُکت ہو۔

مَیں نے پُوچھا مہاراج موکش کا سرُوپ کیا ہے۔ کہنے لگے۔ بھائی برہم حرکت میں ہے تو جگت ہے اور ساکن ہے تو شُدھ رُوپ یعنی جگت ستچدانند ہے۔ دیکھو تمہارے من میں خیالات کے سلسلے کے سلسلے اُٹھتے رہا کرتے ہیں۔ یہی من کا پھیلاؤ بندھ ہے۔ اس پھیلاؤ کو سمیٹ کر ایک نقطے پر لے آؤ۔ یہی موکش کہلاتی ہے سُشپتی میں تم دیکھتے ہو، بالکل یکسوئی ہوتی ہے۔ کوئی صُورت من میں نہیں ہوتی۔ یہی جاگرت میں بہم پہنچاؤ، اور وہ موکش کی حالت ہے۔ سُشپتی میں چونکہ اگیان کا پردہ حائل ہے۔ اس وجہ سے آتما نے اپنے آپ کو آنند بھُگ یعنی آنند کا بھوگتا مانا ہے۔ آنند رُوپ نہیں مانا۔ جاگرت میں یہ پردہ حائل نہیں ہے۔ اس واسطے جاگرت میں سُشپتی یعنی انتہائی یکسوئی موکش ہے۔ موکش اپنا سرُوپ ہے۔ نہ باہر سے لاتی ہے، نہ کہیں باہر جا کر پانی ہے۔ وسشٹ جی کا ایک شلوک ہے کہ جس کا ترجمہ اُردو میں یُوں ہوگا:-

کہتے ہیں جسے موکش خلا میں وہ نہیں — نے بر سرِ چرخ ہے نہ بر رُوئے زمیں
قلبِ صافی کا دُوسرا نام ہے موکش — جب گیان کے نُور سے ہو وہ نُور آگیں

جس نے جیتے جی یہ درجہ بہم پہنچا لیا کہ دُنیا میں رہتے ہُوئے دُنیا میں نہیں پھنستا۔ بلکہ اپنے آپ کو شُدھ گیان سرُوپ، ساکشی رُوپ، نرلیپ اور اسنگ دیکھتا ہے، وہ جیون مُکت ہے۔ یہی شخص جب شریر چھوڑتا ہے۔ یعنی مر جاتا ہے، تو بدیہہ موکش کو پہنچتا ہے۔ بدیہہ موکش کے معنی بغیر جسم کو موکش کے ہیں۔

مَیں نے پُوچھا۔ جیون موکش کے درجے پر کیوں کر پہنچتے ہیں؟ جیون مُکت پُرش کون ہوتے ہیں، اور مجھے کیا کرنا چاہیئے، کہ جیون مُکت ہو جاؤں؟ کہنے لگے۔ تعجب ہے کہ تم پنڈت ہو۔ پڑھے لکھے آدمی ہو۔ اور ایسی

انجانوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ یہی سوال گیتا کے دوسرے ادھیائے میں ارجن شری کرشن بھگوان سے کرتا ہے۔ اور انہیں سب باتوں کا بھگوان بڑی خوبی سے جواب دیتے ہیں۔ بھگوان نے ارجن سے کہا تھا کہ اے ارجن وید بچار سے تیری گھبرائی ہوئی عقل جب سمادھی میں اچل ہو کر قائم ہو گی۔ اس وقت تو یوگ کو پہنچے گا۔ اس پر ارجن پوچھتا ہے کہ مہاراج سمادھی میں قائم انسان کے کیا اوصاف ہیں، اور قائم العقل آدمی کا برتاؤ کیسا ہوتا ہے۔ یعنی وہ کیوں کر بات چیت کرتا ہے۔ کیونکر بیٹھتا ہے، کیونکر چلتا ہے۔ یہاں قائم العقل سے مراد جیون مکت پرش ہے۔ مہاراج اس کے اوصاف بھی بیان کرتے ہیں، اور یہ بھی بتاتے ہیں۔ کہ جیون مکتی حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ شلوک یہ ہیں :-

اے ارجن جس وقت آدمی من کی تمام خواہشیں ترک کر دیتا ہے اور آتما میں خوش ہوتا ہے۔ اس وقت اس کو قائم العقل کہتے ہیں۔ جو عقیل شخص دکھوں سے نہیں گھبراتا اور سکھوں کی خواہش نہیں رکھتا، اور جس کی طبیعت سے خواہش، خوف اور غضب فرو ہو گیا ہے، وہ قائم العقل کہلاتا ہے جس کا دل کہیں بھی متعلق نہیں ہوتا، اور جو نیک و بد پاکر نہ رغبت کرتا ہے، نہ نفرت کرتا ہے، اس کی عقل قائم کہی جاتی ہے۔ جب آدمی اندریوں کو بشیوں سے اس طرح سکوڑ لیتا ہے جس طرح کچھوا اپنے اعضا کو سکوڑ لیتا ہے۔ اس وقت اس کی عقل قائم ہے۔ بشے نہ بھوگنے والے شخصوں یعنی بیماروں وغیرہ سے بشے ہٹ تو جاتے ہیں۔ لیکن ان کا مزا نہیں جاتا۔ قائم العقل کا مزا بھی پرم برہم کو دیکھ کر جاتا رہتا ہے۔ (یہاں تک اس بات کا جواب ہوا کہ جیون مکت پرش کے اوصاف کیا ہیں۔ اب اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ وہ بیٹھے کیوں کر)

جتن کرنے والے گیانی کی بھی سرکش اندریاں من کو زبردستی کھینچ کر لے جاتی ہیں۔ اس کو چاہیئے کہ ان سب کو روک کر اور میرے دھیان میں لگ کر بیٹھے جس کی اندریاں بس میں ہیں۔ اس کی عقل قائم ہے۔ بشیوں میں لگاؤ پیدا ہوتا ہے۔ لگاؤ سے خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور خواہش سے غصہ پیدا ہوتا ہے۔ غصے سے بھول اور بھول سے حافظے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ حافظے کے بگاڑ سے عقل کا ناش ہو جاتا ہے، اور عقل کے ناش سے آدمی کا ناش ہو جاتا ہے۔ (اب اس بات کا جواب دیتے ہیں، کہ جیون مکت پرش چلے یعنی برتاؤ کیونکر کرے)۔

من کو قابو میں رکھنے والا انسان رغبت و نفرت سے چھوٹی ہوئی اور اپنے بس میں آئی ہوئی اندریوں سے بشیوں کا احساس کرتا ہوا پرساد یعنی صفائے قلب کی حالت کو پہنچتا ہے۔ پرساد کی حالت میں تمام دکھ جاتے رہتے ہیں، اور پرسن چت کی عقل جلد قائم ہو جاتی ہے۔ ایک طرف نہ لگنے والے نہ تو عقل قائم ہوتی ہے، نہ دھیان جمتا ہے۔ ڈگ مگ دھیان والے کو شانتی

کہاں اور شانتی کو سکھ کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ بشیوں کی طرف جانے والی اندریوں کے پیچھے جب من چلتا ہے، تو وہ عقل کو بھی اسی طرح کھینچ لے جاتا ہے، جس طرح ہوا سمندر میں کشتی کو لے جاتی ہے۔ پس جس کی اندریاں بشیوں سے تمام و کمال رُکی ہوئی ہیں۔ اُس کی عقل قائم ہے۔ جو سب آدمیوں کی رات ہے۔ اُس میں گیانی جاگتا ہے، اور جس میں سب آدمی جاگتے ہیں وہ دیکھنے والے مُنی کی رات ہے۔ (یعنی سنساری اور مُکت پُرشوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سنساری دُنیا میں پھنسا رہتا ہے۔ یہ گویا اُس کا کام کرنے کا دن ہے۔ جس میں مُکت پُرش ہوتے ہیں۔ یعنی انہیں دُنیا سے تعلق نہیں ہوتا) جس طرح خوب بھرے ہوئے اچل سمندر میں ندیاں داخل ہو ہو کر غائب ہو جاتی ہیں اور مطلق جوش پیدا نہیں کرتیں۔ اسی طرح جس آدمی میں تمام خواہشیں داخل ہو کر جوش پیدا نہ کریں، وہ شانتی پاتا ہے نہ کہ خواہشیں کرنے والا آدمی۔ جو شخص تمام خواہشوں کو چھوڑ کر بے خواہش پھرتا ہے۔ اور من و مائی سے سروکار نہیں رکھتا، وہ شانت پد کو پہنچتا ہے۔ یہ براہمی ستھتی یعنی قیام لایزال کہلاتا ہے۔ اس کو پا کر آدمی کو موہ نہیں ہوتا۔ اور اس میں مرتے وقت بھی قیام ہو جائے، تو برہم نروان یعنی پد برہم موکش کو پہنچتا ہے۔

دیکھو برہمانند! مہا یوگیشور ہری شری کرشن بھگوان نے جیون موکش کا کیسا سہل طریقہ بتایا ہے سنساری پُرشوں کے واسطے اندریاں اور اندریوں کے بشے بندھن کا باعث ہیں۔ بھگوان کی تعلیم یہ ہے کہ اندریوں کو بس میں کرو، اور بشیوں میں نہ پھنسو۔ اسی سہل علاج سے تم جیون موکش کے پد کو پہنچ جاؤ گے۔ بشیوں میں پھنسنے سے جو مسلسل خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، وہ دو شلوکوں میں اس خوبی سے بیان کی ہیں کہ آپ زر سے لکھ لینے کے قابل ہیں۔ جو آدمی بشیوں کی طرف مائل رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اُسے بشیوں سے لگاؤ پیدا ہوگا۔ اور یہ لگاؤ ترقی کر کے خواہش کی صورت اختیار کرے گا۔ ہر ایک خواہش کا پورا ہونا ناممکن ہے۔ اس سے طبیعت میں غصہ پیدا ہوگا۔ جہاں غصہ طبیعت پر حاوی ہوا، اور آدمی موہ یعنی بھول میں پھنسا۔ اس حالت میں یہ دھیان نہیں رہتا کہ میں گیان سروپ آتما ہوں، اور مجھے بشیوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔ یہی حافظے کا بگاڑ ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بُدھی ستھر نہیں ہوتی ہے۔ اور آدمی کا ناش ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ جیسا سنساری تھا، ویسا ہی بنا رہتا ہے۔

پس اندریوں کو بشیوں سے روکنا چاہیئے۔ اس روکنے سے جیون موکش کا پد ملے گا۔ روکنے کا طریق کیا؟ یہی کہ میں گیان سروپ آتما ہوں، اور میری نظر کے سامنے جگت کا تماشا اسی طرح ہو رہا ہے۔ جس طرح نظر خواب بین کے سامنے نقشہ خواب کا۔ خواب کی محض نمودی چیزوں میں کیا دل بستگی رکھنی اور کیا خواہش پیدا کرنی۔ ابھی آنکھوں کے سامنے ہیں، ابھی نہیں۔ خواہش اور دلبستگی محض آتما میں ہونی چاہیئے۔ جو قائم اور دائم چیز ہے۔ پس تم اپنی ذات کو اس طرح سے دیکھو، کہ ساکشی روپ گیان سروپ اسنگ نرلیپ

آتما ہو۔ تمہیں بندھ کبھی ہُوا نہ اب ہے۔ اس مایا رُوپ جگت کا تماشا تمہارے سامنے ہوتا ہے۔ ہُوا کرے۔ اس میں تمہارا کیا بگاڑ ہے؟ موج سراب ریگ کو تر نہیں کیا کرتی۔ رسّی کا سانپ کاٹتا نہیں۔ خواب کے رنج و راحت سے خواب بین کا کچھ بگڑتا یا سنورتا نہیں۔ بندھ اور موکش دونوں من کے کھیل ہیں۔ ایک شخص نے یہ مان رکھا ہے کہ میں بدّھ ہُوں۔ گنہگار ہُوں، اور مجھ میں نہ علم ہے، نہ طاقت ہے۔ اِن خیالات سے اُس کی زندگی دُکھ میں گزرتی ہے، اور وہ شب و روز اس فکر میں سرگرداں رہتا ہے۔ کہ کچھ کر کے میں کچھ اَور بن جاؤں۔ دُوسرے نے یہ مان رکھا ہے کہ میں مُکت ہُوں۔ نہ بندھ مجھے پہلے تھا، نہ اب ہے، اور نہ آئندہ ہوگا۔ مجھے کچھ کرنا کرانا نہیں ہے۔ میں آنند میں مگن ہُوں۔ یہ حقیقت میں آنند میں مگن رہتا ہے، اور خُوش خُوش زندگی گزارتا ہے۔ پس جب تم بخوبی سمجھتے ہو، کہ تمہارا سرُوپ گیان ہے، تو تم گیان سرُوپ آتما میں جگت کا بھان محض خواب کا نقشہ ہے۔ اس سے زیادہ اس کی وقعت نہیں ہو سکتی۔ برہمانند تم جگت کو اس نظر سے دیکھو کہ خواب ہے۔ یہ خواب کی دھارنا یا مشق نہ کسی قسم کی پابندی چاہتی ہے نہ اس میں کچھ تکلیف ہے۔ کھاتے پیتے، بیٹھتے اُٹھتے، چلتے پھرتے اپنے آپ کو ساکشی رُوپ کر کے دیکھو۔ اور کائنات کو اپنا خواب سمجھو۔ اسی سہل علاج سے تم جیون موکش کو پہنچ جاؤ گے۔ میں ویدانتی ہوں اور تمہیں ویدانتی کی ہی آشیرباد دیتا ہُوں۔

ویدانتی کی آشیرباد

بند دُنیا بھی کوئی چیز ہے آزاد رہو　　　خُوش رہو خُوش رہو ہاں خُوش رہو آباد رہو

سچّدانند ہو تم آپ سدا شاد رہو

فکر تم مول نہ لینا کہ یہ لینا کیا ہے　　　غم میں تم جان نہ دینا کہ یہ دینا کیا ہے

سچّدانند ہو تم آپ سدا شاد رہو

تم کو کرنا نہیں کچھ تم نہ کرم میں پھنسنا　　　اور دھرم چیز ہے کیا تم نہ دھرم میں پھنسنا

سچّدانند ہو تم آپ سدا شاد رہو

یوگ کہتے ہیں جسے وہ ہے فقط مایا جال　　　بھُول کر بھی نہ لگانا کبھی تم جان کو وبال

سچّدانند ہو تم آپ سدا شاد رہو

ابھیاسوں پہ نہ جاؤ کہ یہ سب مایا ہے　　　یہ وہ دھوکا ہے کہ بہتوں نے یہاں کھایا ہے

سچّدانند ہو تم آپ سدا شاد رہو

شاستر کے نہ جھمیلے میں کبھی تم پھنسنا　　　میری مانو تو یہ دلدل ہے نہ اس میں دھنسنا

سچّدانند ہو تم آپ سدا شاد رہو

بندھ کے رنج سے اے دوستو تم کیوں ہو حزیں　　　بندھ دھوکا ہے فقط اور کوئی چیز نہیں

سچدانند ہو تم آپ سدا شاد رہو
بندھ کی طرح سے ہے موکش کا غم بھی جھوٹا تم سدا مکت ہو ہے رنج و الم بھی جھوٹا
سچدانند ہو تم آپ سدا شاد رہو
مہر پندار سے گو آج درے تم ہی ہو بند اور موکش سے دونو سے پرے تم ہی ہو
سچدانند ہو تم آپ سدا شاد رہو

اِس گفتگو کے کچھ عرصے بعد منشی صاحب کی طبیعت ناساز ہوئی۔ مجھ سے کہنے لگے کہ ہماری وفات قریب ہے۔ شاید انہیں اپنے مرنے کے وقت سے آگہی تھی۔ لیکن طبیعت پر کسی قسم کا میل نہ تھا۔ مرنے سے پانچ لمحے پہلے اسی شگفتگی اور خندہ پیشانی کی باتیں کرتے، اور اُپدیش دیتے رہے۔ آخر تین دفعہ پوتر اوم کا اُچارن کیا، اور شریر چھوڑ دیا۔ لب پر وہی تبسم تھا، اور چہرے سے وہی جلال اور برہم تیج برستی تھی۔ مجھے رہ رہ کر خیال آیا کہ زندگی اسے کہتے ہیں۔ یہ مہاتما جب تک جیتے رہے۔ جیون مکت رہے۔ اب مر گئے ہیں تو بدیہہ مکت ہیں۔ برہمانند، تو بھی اپنی زندگی ایسی ہی بنا۔
منشی جی کی وفات سے مجھے سخت صدمہ پہنچا اور ایسا تیز بیراگ طبیعت میں پیدا ہوا کہ میں نے اپنے والد سے سنیاسی بن جانے کی اجازت مانگی۔ میرا بیوی بچہ کوئی نہ تھا۔ والد نے پہلے تو مجھے سمجھایا۔ مگر جب دیکھا کہ میرا ارادہ مستقل ہے، تو اجازت دے دی۔ اُس وقت میری بتیس ۳۲ سال عمر تھی۔ آج اس بات کو تیئس سال سے زیادہ ہونے کو آئے۔ لیکن دُنیا سے جو تیز بیراگ اُس وقت ہوا تھا۔ وہ پختہ و قائم ہے۔ مجھے یہ دنیا خواب نظر آتی ہے۔ اور میں اپنے آپ کو ساکشی رُوپ سے اس کا دیکھنے والا جانتا ہوں۔ یہی خیال میرے دل میں اُس وقت تھا۔ جب میں نے دُنیا چھوڑی تھی۔ اور یہی اب ہے۔ اس خیال سے میری زندگی خوش خوش گزرتی ہے اور کسی قسم کا فکر طبیعت پر حاوی ہونے نہیں پاتا ہے۔ سادھو اسی خیال کو تم بھی دل میں جگہ دو، اور تم جیون موکش پد کو پہنچ گئے۔ اس بات کو کبھی نہ بھولو، کہ کچھ کر کے تمہیں کچھ اور بن جانا نہیں ہے۔ موکش تمہارا نج سروپ ہے۔ باہر سے کوئی چیز ڈھونڈھنے جانا نہیں ہے۔ تم سروپ سے سدا مکت ہو۔ بندھ اور موکش کا خیال ہی دل سے نکال دو۔ اور اپنے سروپ آنند میں مگن ہو جاؤ۔ یہی گیان ہے۔ یہی معرفت ہے۔

یہ کہہ کر سوامی برہمانند خاموش ہوئے تو کئی سادھو یک زبان ہو کر بولے۔ مہاراج! ساتویں ودیا کھیا بھی فرمائیے۔
سوامی برہمانند نے کہا۔ سادھو قاعدے کے مطابق میری ودیا کھیا موکش کے مضمون پر ہونی چاہیے تھی۔ سو وہ کہانی کے پیرائے میں سب آگیا ہے۔ اب جو کچھ تم کہو، وہ میں کہہ دوں۔ ایک مہاتما بولے۔ مہاراج فلسفہ ویدانت کو مجملاً یکجا بیان کر دیں تو بڑی کرپا ہوگی۔ سوامی برہمانند نے کہا۔ اچھا تمہاری اچھا۔ سنو (باقی پھر)

انتہ کرن کی شدّھی کا طریقہ

از- پنڈت نریندر ناتھ جی شرما نریندر ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس

بھگوت گیتا - ادھیائے ۲ شلوک ۶۴-۶۵ میں بھگوان نے فرمایا:-

سوادھین انتہ کرن والا پُرش راگ دویش سے رہت اپنے وش میں کی ہوئی اندریوں دوارا وشیوں کو بھوگتا ہُوا انتہ کرن کی پرسنّتا۔ سوچھتا کو پراپت ہوتا ہے۔

اُس نرملتا کے ہوتے پر اس کے سارے دُکھوں کا ابھاو (ناش) ہو جاتا ہے۔ اور اُس پرسنّ چت والے پُرش کی بُدھی شیگھر ہی اچھی پرکار ستھر ہو جاتی ہے۔

پاتنجل یوگ درشن کے اَنوسار

چت کا پرساد پراپت کرنے کے لئے۔ سُکھ کے پرتی میتری کا یعنی سنسار میں سُکھ کی ماترا کو بڑھانے کا۔ دُکھ کے پرتی کرونا کا یعنی سنسار میں دکھ کی ماترا گھٹانے کا۔ پُنیہ کے پرتی مُدتا یعنی سنسار میں پُنیہ کی ماترا بڑھانے کا، اور پاپ کے پرتی اپیکشا یعنی پاپی سے دویش نہ کرتے ہوئے پاپ کو دور کرنے کا ہمیشہ ابھیاس کرنا ہوگا۔ اپنی بدّھی، من، شریر کی شکتیوں کو نرملتا سے اس کوشش میں لگانا ہی تیاگ ہے۔ اسی سے پرساد یعنی انتہ کرن کی نرملتا، پرسنتا پراپت ہوتے ہیں۔ اب ذرا من کو لیجئے۔ من کا لکشن نیائے درشن میں یہ ہے:-

युग पज्ज्ञानानुत्पत्तिर्मनसो लिङ्गम् ॥

"ایک سمے میں ایک ہی پرکار کے گیان کو پراپت کر سکتا۔ یہی من کا سوروپ ہے"۔

پس یہ واضح ہو گیا، کہ اگر ہم من کو وش میں کرنا چاہتے ہیں، تو اس سے ایک سمے میں ایک ہی کام لینے کی عادت ڈالیں۔ اسی کا نام ابھیاس ہے۔

جس وقت من ادھر اُدھر بھٹکنے لگے۔ تب اُسے کسی ایک وستو پر جو آئینت پریہ اور آہلادجنک ہو، ٹکانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ شروع میں یہ وستو بھلے ہی بھوتک (مادی) اور ستھول ہو۔ (ملاحظہ ہو مورتی کی اپیوگتا) اسی پر اپنے چت کی ورتیوں کو مرکوز کرنا چاہیئے۔ آہستہ آہستہ روزمرہ ابھیاس

سچدانند ہو تم آپ سدا شاد رہو

بندھ کی طرح سے ہے موکش کا غم بھی جھوٹا تم سدا مکت ہو ہے رنج و الم بھی جھوٹا

سچدانند ہو تم آپ سدا شاد رہو

مہر پندار سے گو آج درے تم ہی ہو بند اور موکش سے دونو سے پرے تم ہی ہو

سچدانند ہو تم آپ سدا شاد رہو

اس گفتگو کے کچھ عرصے بعد منشی صاحب کی طبیعت ناساز ہوئی۔ مجھ سے کہنے لگے کہ ہماری وفات قریب ہے۔ شاید انہیں اپنے مرنے کے وقت سے آگہی تھی۔ لیکن طبیعت پر کسی قسم کا میل نہ تھا۔ مرنے سے پانچ لمحے پہلے اسی شگفتگی اور خندہ پیشانی کی باتیں کرتے، اور اُپدیش دیتے رہے۔ آخر تین دفعہ پوتر اوم کا اُچارن کیا، اور شریر چھوڑ دیا۔ لب پر وہی تبسم تھا، اور چہرے سے وہی جلال اور برہم تیج برستی تھی۔ مجھے رہ رہ کر خیال آیا کہ زندگی اسے کہتے ہیں۔ یہ مہاتما جب تک جیتے رہے۔ جیون مکت رہے۔ اب مر گئے ہیں تو بدیہہ مکت ہیں۔ برہمانند تو بھی اپنی زندگی ایسی ہی بنا۔

منشی جی کی وفات سے مجھے سخت صدمہ پہنچا اور ایسا تیز بیراگ طبیعت میں پیدا ہوا کہ میں نے اپنے والد سے سنیاسی بن جانے کی اجازت مانگی۔ میرا بیوی بچہ کوئی نہ تھا۔ والد نے پہلے تو مجھے سمجھایا۔ مگر جب دیکھا کہ میرا ارادہ مستقل ہے، تو اجازت دے دی۔ اس وقت میری بتیس ۳۲ سال عمر تھی۔ آج اس بات کو تیئیس سال سے زیادہ ہونے کو آئے۔ لیکن دنیا سے جو تیز بیراگ اس وقت ہوا تھا۔ وہ پختہ و قائم ہے۔ مجھے یہ دنیا خواب نظر آتی ہے۔ اور میں اپنے آپ کو ساکشی روپ سے اس کا دیکھنے والا جانتا ہوں۔ یہی خیال میرے دل میں اس وقت تھا۔ جب میں نے دنیا چھوڑی تھی۔ اور یہی اب ہے۔ اس خیال سے میری زندگی خوش خوش گزری ہے اور کسی قسم کا فکر طبیعت پر حاوی ہونے نہیں پایا ہے۔ سادھو اسی خیال کو تم بھی دل میں جگہ دو، اور تم جیون موکش پد کو پہنچ گے۔ اس بات کو کبھی نہ بھولو، کہ کچھ کر کے تمہیں کچھ اور بن جانا نہیں ہے۔ موکش تمہارا اپنا سروپ ہے۔ باہر سے کوئی چیز ڈھونڈھتے جانا نہیں ہے۔ تم سروپ سے سدا مکت ہو۔ بندھ اور موکش کا خیال ہی دل سے نکال دو۔ اور اپنے سروپ آنند میں مگن ہو جاؤ۔ یہی گیان ہے۔ یہی معرفت ہے۔

یہ کہہ کر سوامی برہمانند خاموش ہوئے تو کئی سادھو یک زبان ہو کر بولے۔ مہاراج! ساتویں ودیا کھیا بھی فرمایئے۔ سوامی برہمانند نے کہا۔ سادھو قاعدے کے مطابق میری ودیا کھیا موکش کے مضمون پر ہونی چاہیے تھی سو وہ کہانی کے پیرائے میں سب آگیا ہے۔ اب جو کچھ تم کہو، وہ میں کہہ دوں۔ ایک مہاتما بولے۔ مہاراج فلسفۂ ویدانت کو مجملاً یکجا بیان کر دیں تو بڑی کرپا ہوگی۔ سوامی برہمانند نے کہا۔ اچھا تمہاری اچھا۔ سنو (باقی پھر)

انتہ کرن کی شُدھی کا طریقہ

از۔ پنڈت نریندر ناتھ جی شرما نریندر ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس

بھگوت گیتا۔ ادھیائے ۲ شلوک ۶۴-۶۵ میں بھگوان نے فرمایا:-

سوادھین انتہ کرن والا پُرش راگ دویش سے رہت اپنے وش میں کی ہوئی اِندریوں دوارا وشیوں کو بھوگتا ہوا انتہ کرن کی پرسنتا۔ سوچھتا کو پراپت ہوتا ہے۔

اس نرملتا کے ہوتے پر اس کے سارے دُکھوں کا ابھاو (ناش) ہو جاتا ہے۔ اور اُس پرسن چت والے پُرش کی بُدھی شیگھر ہی اچھی پرکار ستھر ہو جاتی ہے۔

پاتنجل یوگ درشن کے انوسار

چت کا پرساد پراپت کرنے کے لئے۔ سُکھ کے پرتی میتری کا یعنی سنسار میں سُکھ کی ماترا کو بڑھانے کا۔ دُکھ کے پرتی کرونا کا یعنی سنسار میں دُکھ کی ماترا گھٹانے کا۔ پُنیہ کے پرتی مُدتا یعنی سنسار میں پُنیہ کی ماترا بڑھانے کا، اور پاپ کے پرتی اپیکشا یعنی پاپی سے دویش نہ کرتے ہوئے پاپ کو دور کرنے کا ہمیشہ ابھیاس کرنا ہوگا۔ اپنی بُدھی، من، شریر کی شکتیوں کو نرملتا سے اس کوشش میں لگانا ہی تیاگ ہے۔ اسی سے پرساد یعنی انتہ کرن کی نرملتا، پرسنتا پراپت ہوتے ہیں۔ اب ذرا من کو سمجھئے۔ من کا لکشن نیائے درشن میں یہ ہے:-

युग पज्ज्ञानानुत्पत्तिर्मनसो लिङ्गम् ॥

"ایک سمے میں ایک ہی پرکار کے گیان کو پراپت کر سکتا۔ یہی من کا سوروپ ہے۔"

پس یہ واضح ہو گیا کہ اگر ہم من کو وش میں کرنا چاہتے ہیں، تو اس سے ایک سمے میں ایک ہی کام لینے کی عادت ڈالیں۔ اسی کا نام ابھیاس ہے۔

جس وقت من ادھر اُدھر بھٹکنے لگے۔ تب اُسے کسی ایک وستو پر جو آنند پریہ اور آہلاد جنک ہو، ٹکانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ شروع میں یہ وستو بھلے ہی مجھونک (مادی) اور ستھول ہو۔ (ملاحظہ ہو مورتی کی اپیوگتا) اُسی پر اپنے چت کی برتیوں کو مرکوز کرنا چاہیئے۔ آہستہ آہستہ روزمرہ ابھیاس

سے من کو غیر مادی اور سوکھشم تتوؤں پر لگانا چاہیئے۔ اس کے لئے ویراگیہ کی بھاؤنا کو دھارن کرنا اور جگانا چاہیئے۔

اب یوگ درشن میں ویراگ کا لکشن اس پرکار کیا گیا ہے:۔

گیان اندریوں کے دوارا ہم جن وشیوں کو جانتے ہیں۔ انھوا انوبھو کرتے ہیں۔ ان میں کسی پرکار بھی ترشنا کی بھاونا کا نہ ہونا اور اندریوں پر قابو کرنا۔ اسی کا نام ویراگیہ ہے۔

یوگ درشن میں کہا گیا ہے کہ ان اپایوں کا اولمبن کرتے ہیں تین سادھنوں کا استعمال (پریوگ) کرنا چاہیئے۔

بھگتی اپاسنا اور سادھنا کے ابھیاس کی بھومی (بنیاد) کو مضبوط کرنے کے لئے جن سادھنوں کا اولمبن یعنی سہارا کیا جائے۔ وہ لمبے لمبے عرصے تک چلنے والے ہوں۔ ان میں کبھی ناغہ نہ ہو، ادکاش نہ ہو۔ اور اپاسک یا سادھک کی ان میں سچی شردھا ہو۔ شردھا کی بھاونا نہایت ضروری ہے۔ شردھا سے ہی سادھنا میں بل اور اتساہ اور آنند کا انوبھو ہوتا ہے۔

ویدانت کی پرسدھ پستک پنچ دشی میں من کو وش میں کرنے کے متعلق بڑے خوبصورت ڈھنگ سے وچار کیا گیا ہے، چار اپائے بتائے گئے۔

آتم گیان کے مارگ کو دوش رہت بدھی سے ایکانت نواس کرنے سے ادھک سے ادھک سمے تک پرنو "اوم" کا اچارن جپ کرنے سے من پر سنیم ہو جاتا ہے۔

آچاریہ وششٹھ نے شری رام جی کو اپدیش دیتے ہوئے بتلایا کہ اس پرکار جب چت، برتی شونیہ ہو جاتا ہے۔ تب من گگن کے سمان شانت ہو جاتا ہے، اور آتما آنند کا انوبھو کرتا ہے۔

ان اور من کا بھی بہت سمبندھ ہے۔ ہر لحاظ سے پوتر ان الپ ماترا میں سیون کرنا چاہیئے۔ یوگ خواہ کوئی بھی ہو۔ سادھک پہلے سادوہانی سے انتہ کرن اور آچرن کو شدھ کرکے اس کے اہل بنانا لازمی ہے۔ غلط روی سے بچنا ہوگا، اور اپنے لکشیہ کے سوا سب کچھ بھول جانا ہوگا۔ شدھ انتہ کرن میں ہی اس چیتنیہ کا عکس پڑ سکتا ہے۔

آلائشوں سے پاک دل تیرا شفاف ہو — دل میں تیرے طلوع تبھی عرفاں کا آفتاب[1] ہو
یکسو ہو دل۔ ہوں محو جب غم ہائے دوجہاں — تب راز ہا۔ غیب کا بھی انکشاف ہو
جز ذات حق کہیں بھی کچھ محسوس جب نہ ہو — ہستی سے اپنی خود تجھے جب انحراف ہو
ہر شے کی تہ میں جلوۂ حق آئے جب نظر — تب روبرو ہوں تیرے وہ۔ دیدار صاف ہو

دل سے ہو دور تیرگی۔ حاصل ہو مدعا
ہر اک گناہ نریندر کا رحمت سے معاف ہو

[1] سورج

لازمی صورت پوتر جیون ہونا چاہیئے، اور وویک جاگرت ہو، اور لگن میں خلوص ہو۔ کیونکہ ؎

گناہ سے پاک دست و پا و چشم و گوش کر پہلے — نماز اُس کی قبول ہوگی۔ جو آداب وضو سمجھے
مراحل راہِ حق کے عافیت سے پار کر جائے — جو عزت صبر کو سالک لگن کو آبرو سمجھے
وہ اندازِ محبت کر عطا مادھو۔ نریندر کو
تمیزِ حق و باطل کے رموزِ جستجو سمجھے

ایک بار جو پربھو کے راہ پر چل دیا۔ تھیں، نہیں، جن کو نگاہِ لطف سے اپنی طرف آنے کی تحریک دے دی۔ پھر ہر قدم پر وہ خود مدد دے کر مقصود منزل پر پہنچاتے ہیں۔ ؎

بدست گیری وہ لے جائے تجھ کو منزل پر — قدم لسوئے کوئے یار تو بڑھا تو سہی
وہ آئے آج تیرے سامنے مگر دل کو — حریم ناز کے آداب کچھ سکھا تو سہی
اُٹھائے دست کرم سے خود آ کے تجھ کو نریندر
خودی کو بھول کے سجدے میں سر جھکا تو سہی

اور سجدہ و سلام کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ؎

سجدہ ہو یوں، کہ ہستی کو اُس کے سپرد کر
اُس کی رضا پہ سر کو جھکانا سلام ہے "نریندر"

ہم چاہتے ہیں دنیا کو اور ایشور کو رسمی طور پر سلام کرتے ہیں۔ وہ سرو شکتیمان سرو گیہ دھوکا نہیں کھا سکتا۔ دنیا چاہتے ہو، وہ دنیا دے دیتا ہے۔ اُسے چاہیں تو اُس کو ملنے میں عار نہیں۔ لوگوں کو ملا ہے، ملتا رہے گا۔ ؎

عالم پہ گر نظر ہو تو رہتا ہے وہ نہاں
مل جائے اُس سے آنکھ تو رہتا جہاں نہیں

پربھو سے پرارتھنا ہے، کہ سب کو راہِ حق پر چلنے کی توفیق دیں۔ آمین

اوم تت سَت

توجہ دیں:۔ (۱) اپنے پتہ والی چٹ کو غور سے پڑھیں اور اگر اُس میں کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں فوراً اطلاع دیں تاکہ آئندہ کیلئے آپ کا پتہ درست کر لیا جائے۔ (۲) پتہ والی چٹ پر آپ کا خریداری نمبر درج ہوتا ہے، اُس کو اپنی پاکٹ بک میں نوٹ فرما دیں اور خط و کتابت کرتے وقت اُس کا حوالہ دیں تاکہ جلدی تعمیل ہو سکے۔ (۳) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع دس تاریخ کے بعد اور پندرہ ۱۵ تاریخ کے اندر دیں۔ تاکہ پرچہ دوبارہ فری بھیجا جائے۔

"منیجر"

میں رحمت سے تیری جئے جا رہا ہوں

(از قلم پنڈت ست پال جی بھاردواج جالندھر)

مجھے اپنا بل ہے نہ بدھی ہے بھگون
میں رحمت سے تیری جئے جا رہا ہوں

میرے ذمہ جو کام تو نے لگایا
بِلا سوچے میں وہ کئے جا رہا ہوں

بھلے مجھ کو سکھ ہو یا دکھ ہو پربھو جی
میں سمرن تمہارا کئے جا رہا ہوں

سہارا نہیں اور کوئی بھی مجھ کو
تیرا نام لے کر جئے جا رہا ہوں

یہیں چھوڑ جاؤں گا سب دھن و دولت
نہیں ساتھ کچھ بھی لئے جا رہا ہوں

کرے پیار مجھ سے نہ کوئی بھی بیشک
پہ میں پیار سب سے کئے جا رہا ہوں

سمجھتا ہوں میں روپ سب کو خدا کا
تبھی پیار سب سے کئے جا رہا ہوں

دیا زہر بھی مجھ کو گر تو نے بھگون
میں امرت سمجھ کر پئے جا رہا ہوں

ملی نام کی مے مجھے جب سے عارفؔ
میں آٹھوں پہر ہی پئے جا رہا ہوں

شانتی کے مندر کی یاترا

(مہاتما شہنشاہ جی مہاراج)

ہم نے شانتی کے مندر کو پہنچنا تھا جہاں کہ ہم کھڑے تھے۔ ایک لق و دق میدان تھا۔ آدمی کا کچھ پتہ نشان نہ تھا بہت دیر تلاش کرنے کے بعد ایک حسین عورت نظر پڑی۔ ہم نے اس سے اپنی منزل مقصود کا راستہ دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ میں جانتی ہوں، وہ جگہ یہاں سے کچھ دنوں کا راستہ ہے تم میرے ساتھ چلو، تو میں وہاں پہنچا دوں۔ میں نے بھی وہاں ہی جانا ہے۔ غرض ہم اس کے ساتھ ہوئے۔ تھوڑے دن اس کے ساتھ رہنے سے ہم کو معلوم ہوا کہ یہ عورت نہایت باسلیقہ اور امیر ہے۔ کیونکہ اس نے ہمیں پہننے کے لئے نہایت نفیس نفیس کپڑے اور کھانے کے لئے اچھی اچھی غذائیں اور طرح طرح کے کمیاب چیزیں ہماری آسائش کے لئے مہیا کیں۔ اس طرح بہت مدت ہم دونوں سفر کرتے رہے۔ آخر کار ایک روز میں نے کہا۔ کہ ابھی منزل مقصود کتنی دور ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ نہایت قریب ہے۔ آپ اطمینان رکھیئے۔ انشاء اللہ بہت جلد پہنچیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے ایک خادم کو حکم دیا کہ ایک نہایت تیز رفتار گاڑی لاؤ۔ چنانچہ وہ لائی اور ہم دونوں اُس میں سوار ہوئے۔ وہ گاڑی ایک سیکنڈ میں سو میل سے زیادہ چلتی تھی، اور تعریف اس گاڑی کی یہ تھی کہ اس میں آرام کے لئے ہر ایک کام کے لئے جداگانہ کمرے تھے۔ کھانا پکانے کا الگ، سونے کا الگ۔ لکھنے پڑھنے کا علیحدہ، اور وہ اتنی بڑی تھی کہ اس میں سیر کرنے کے لئے باغ بھی لگایا تھا۔ جب اُس گاڑی میں سفر کرتے ہوئے سالوں گذر گئے۔ تو ایک دن پھر میں نے اپنی رہبرہ سے کہا کہ منزل مقصود ابھی کتنی دور ہے۔ پھر جواب ملا کہ گھبراؤ نہیں۔ تھوڑی دور اور گئے کہ شانتی کا مندر آیا۔ میں پھر چپ کر گیا، اور اس انتظار میں رہا۔ کہ دیکھئے کب منزل مقصود پر پہنچتے ہیں۔

جب اسی طرح کئی سال گذر گئے، تو مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے اس عجیب و غریب معشوقہ سے عرض کی۔ کہ مہربانی کر کے اب بتایئے کہ کتنے دنوں سفر کرنا ہوگا۔ اُس نے معمول وہی جواب دیا۔ کہ تھوڑی دور اور ہے۔ یہ سُن کر بڑا رنج ہوا۔ اور میں اُس کی گاڑی میں سے اُتر پڑا۔ اور اُس کی منت سماجت کرنے اور ڈرانے پر بھی میں نے اُس کے ساتھ جانا گوارا نہ کیا۔ مجبور ہو کر وہ مجھے چھوڑ چھاڑ کر آگے روانہ ہوئی اُترتے پر سب سے بڑی حیرانی اُس وقت ہوئی۔ جب میں نے دیکھا کہ جس جگہ سے اُس عورت کے ساتھ میں پہلے پہل روانہ ہوا تھا۔ یہ بالکل وہی جگہ ہے۔ الغرض اسی جگہ جب روتے دھوتے کئی دن گذر گئے۔ تو ایک انسان

نظر پڑا۔ جس کے چہرے پر نُورِ الٰہی برستا تھا۔ اُس نے مجھے حالِ زار میں دیکھ کر پُوچھا۔ کہ یہاں تم کس طرح آئے، اور کہاں جاؤ گے۔ مَیں نے اپنی بے بسی کا تمام قصّہ کہہ سُنایا۔ اُس نے سُن کر بہت محبّت اور رحم کی نظر سے دیکھا اور کہا کہ تم خوش نصیب ہو کہ اُس مکّارہ کے پنجے سے جیتے جاگتے بچ گئے ہو۔ اور مجھ سے دو چار ہو گئے۔ ورنہ وہ ایسی بے وفا اور ظالم ہے کہ بے انتہا لوگ اُس کی قید میں ہیں۔ اور سب کو سبز باغ دکھلاتی رہتی ہے۔ آخر بیچارے تڑپ تڑپ کر وہیں مر جاتے ہیں۔ تمہاری طرح بہت کم آدمی ایسے ہوتے ہیں، جو اُس سے رہائی پاتے ہیں۔ خیر اب مَیں تمہیں تمہاری منزل مقصود کا راستہ بتلاتا ہوں۔ اگر اسی راستے چلے گئے، تو جلدی پہنچ جاؤ گے۔ اور اگر کسی کے بہکانے میں آ گئے تو قیامت تک بھٹکتے پھرو گے۔

مَیں نے یہ سُن کر اس فرشتہ صُورت و سیرت کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور نہایت عاجزی سے اس انتظاری میں رہا کہ وہ راستہ پر ڈال دے، تو جلدی منزل پر پہنچیں۔ القصہ تھوڑی دیر میں اُس مہاتما نے ایک طرف کو لے جا کر ہم سے کہا، کہ تم دیکھتے ہو، اس سارے وسیع میدان میں راستہ کا کوئی نشان نہیں ہے۔ مَیں نے کہا۔ مہاراج ٹھیک کوئی نشان نہیں۔ پھر کہا کہ ذرا غور سے دیکھو۔ جہاں پر ہم تم سے ملے تھے، اور جس راستہ سے ہم آ رہے تھے۔ وہاں پر بھی کچھ نشان ہے کہ نہیں؟

پس جب ہم نے نزدیک جا کر بغور دیکھا۔ تو واقعی وہاں پر ایک سڑک کا نشان پایا۔ ہم نے رشی کو جا کر کیفیت سُنائی۔ تو اُنہوں نے فرمایا۔ کہ بس ٹھیک یہی راستہ وہاں پر پہنچتا ہے۔ کسی کے بہکانے میں مت آنا۔ ہاں تھوڑی دُور چلنے پر ایک مہاتما اور ملیں گے۔ وہ ہم سے زیادہ واقف ہیں۔ پس جس طرح وہ کہیں عمل کرنا۔ اگر ایسا ہُوا تو یقین ہے، کہ جلد تم منزل مقصود پر پہنچ جاؤ گے۔

رُخصت ہوتے وقت مَیں نے دریافت کیا کہ مہاراج! اگر وہ مہاتما نہ ملے اور اگر ملے بھی تو راستہ نہ بتایا، تو کیا کیا جاوے۔ یہ سُن کر اُنہوں نے فرمایا۔ کہ تم اس بات کا فکر مت کرو۔ تمہیں صرف یہی لازم ہے کہ اس راستہ کو نہ چھوڑنا۔ جو شخص اس راستہ سے اُن کی کُٹیا تک پہنچتا ہے، وہ ضرور اُن کے درشن کرتا ہے۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ جب اُن کے درشن ہو گئے، تو شانتی کے مندر تک پہنچنا کوئی بڑی بات نہیں۔ الغرض اُس مہاتما کو پرنام کر کے مَیں اس راستے پر چل پڑا۔ چلتے چلتے جب کئی روز بیت گئے۔ تو ایک دن پھر وہی پری صُورت اور شیطان سیرت عورت نظر آئی۔ بڑا دم دلاسہ دیا۔ مگر اب کی بار مَیں اور ہی ہو گیا تھا۔ مَیں نے اُس کی طرف کچھ دھیان نہ دیا۔ یہ دیکھ کر اُس نے کیا تماشہ کیا، کہ جھٹ راستہ کے کنارے کنارے دونوں طرف بڑے بڑے عُمدہ باغ رچ دیئے۔ طرح طرح کھانے اور انواع و اقسام کی عیش و عشرت کی چیزیں مہیا کر دیں۔ زیادہ کیا کہیں۔ وہاں کی ایک ایک چیز کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ ناظرین خود ہی اندازہ لگا لیویں۔ مگر اب کی بار ہم ایسے اُستاد سے اُستادی سیکھ کر آئے تھے کہ اس شیطان کی دادی کی کچھ پیش نہ گئی۔ ناچار کچھ دن ساتھ ساتھ چل کر اور اپنا راستہ خراب کر کے یہ واپس ہو گئی۔ ہم ہزار ہزار شکر بجا لائے۔

اُس کے واپس جانے کے کچھ دن ہی بعد ہم کو دُور سے ایک نہایت سہاونا اُپ بن (باغ) نظر پڑا۔ جہاں پر طرح طرح کے انوکھے پنچھی بھانتی بھانتی کے راگ الاپ رہے ہیں۔ بڑا سُندر اور شفاف ایک پانی کا تالاب ہے۔ قریب ہی ایک صاف اور میٹھے پانی کی ندی بہہ رہی ہے۔ اس جگہ پر کچھ ایسے نرالی قسم کے پھُول کھِل رہے ہیں؛ کہ جن کی خوشبو سے دِل و دماغ تر و تازہ ہو گئے۔ بھُوک پیاس سب جاتی رہی۔ تھکاوٹ کا نام نہیں رہا۔

تھوڑی دُور اور جانے پر ایک کُٹیا نظر پڑی۔ مَیں پہلے تو کچھ دیر کے لئے تالاب کے کنارے پر بیٹھا۔ ہاتھ مُنہ دھوئے، اشنان سندھیا کی۔ غرض ہر طرح سے جمع خاطر ہو کر کُٹیا میں داخل ہُوا۔ کُٹیا میں کیا دیکھتا ہُوں، کہ ایک مہاتما سمادھی اوستھا میں ہیں۔ میرے جاتے ہی اُن کی سمادھی کھُلی اور جب مجھ پر نظر پڑی، تو نہایت دلکش آواز سے مجھے بیٹھنے کو کہا۔ غرض مَیں ایک طرف کو بیٹھ گیا۔ بیٹھنے پر اُنہوں نے کہا کہ بیٹا کہاں سے آنا ہُوا، اور کِدھر کا قصد ہے۔ مَیں نے اپنا تمام حال الف سے یے تک سُنایا۔ سُن کر بہت خوش ہوئے، اور فرمایا کہ مَیں تم کو دیکھ کر بہت خوش ہُوا ہُوں۔ کیونکہ یہ جگہ ایسی دُور اور راستہ ایسا کٹھن ہے کہ کبھی ہزاروں برسوں کے بعد کوئی شخص اِدھر آ نکلتا ہے۔ تم کچھ دِن یہیں رہو، اپنی تھکاوٹ اُتارو۔ یہاں کی صحت بخش آب و ہوا کا حظ اُٹھاؤ۔ اور جب چاہو ہم تم کو تمہاری منزل مقصُود پر پہنچا دیں گے۔ وہ یہاں سے کچھ دُور نہیں۔

مَیں تھکا ماندہ تو تھا ہی۔ زیادہ اِسرار نہ کیا۔ کچھ دن مہاتما کی سیوا میں رہا۔ ہم بیان نہیں کر سکتے کہ اِس جگہ اور مہاتما میں کیا جادو بھرا تھا، کہ گو مَیں نے ہر طرح کا راستہ میں سُکھ پہلے اُٹھایا تھا۔ طرح طرح کے نقشے دماغ میں جمے تھے۔ مگر یہاں آکر سب کو پھیکا پایا۔

اسی طرح بہت دِن گزرنے پر مَیں نے مہاتما سے چھُٹی چاہی۔ انہوں نے کمال خُوشی سے بد اکیا۔ میرے ساتھ تھوڑی دُور تک آکر راستہ دِکھایا۔ یہاں سے تھوڑی دُور چلنے پر مندر کی چوٹی نظر آنے لگی بس پھر وہاں پہنچنا کچھ مشکل نہ تھا۔

ناظرین کہتے ہوں گے کہ ہم نے اپنے رہبروں کا نام و نشان نہ بتایا۔ تو سُنئے صرف نام بتانے سے ہی سب کو پتہ لگ جاوے گا۔ اُس عورت کا نام جس نے ہمیں بہت دِنوں تک بھٹکایا تھا۔ دُنیا یا مایا تھا۔ پہلے مہاتما کا نام مُرشد یا ست گورو تھا، اور دوسرے کا اُن کے فرمُودہ پر عمل اور ابھیاس تھا۔

نتیجہ یا سبق :- جو پرمیشور کے مُتلاشی ستگور یا مرشد کے دامن کو پکڑے رکھیں گے، اور اُن کے کہنے پر عمل کرتے رہینگے۔ وہ ایک دن شانتی کے مندر میں ضرور پہنچ جاویں گے۔ مگر جو اُن سے تعلق کو توڑ دیں گے۔ اور ان کے اُرشاد پر عمل نہیں کریں گے۔ ان کو دُنیا طرح طرح کی ترغیبوں میں پھنسا کر راستہ سے گمراہ کر دے گی اور وہ آواگون کے چکر میں آکر پھر دُکھ پر دُکھ پاتے رہیں گے۔

فتح مند زندگی

(شری گلزاری لال جی نندہ ممبر پارلیمنٹ)

وشواش اور ساہس

زندگی کی تاریک دُنیا میں وُہی اِنسان فتح حاصل کر سکتے ہیں، جو مردانگی کے ساتھ جنگ
کرتے ہیں، اور کبھی میدانِ جنگ سے بُزدلوں کی طرح ڈر کر نہیں بھاگتے۔ ہم اس بات کو پہلے ہی کہہ
دیتے ہیں، کہ جس سے ناظرین کو اس کا پُورا پُورا گیان ہو جائے، اور اُنہیں اس کے متعلق کچھ بھی شک نہ
رہے۔ ہم آگے چل کر بتدریج بتلا دیں گے، کہ آچار اور بیوپار میں ایسے کون سے گُن ہیں کہ جن سے
ہماری زندگی شانت، دیرپا اور شاندار بن سکتی ہے۔

سچائی کے سامنے کھڑا ہونا، کئی طرح کی مصیبتوں اور مشکلات کو برداشت کرنے کے بعد گیان اور
سُکھ کو حاصل کرنا، اور ہمت نہ ہار کر اپنے ہر ایک اندرونی دُشمن پر فتح حاصل کرنا ہی اِنسان کا اعلیٰ فرض
ہے۔ یہی اِس کا حقیقی اور آخری مقصد ہے۔ دُنیا میں جتنے بڑے بڑے رِشی مُنی اور دانشمند ہُوئے
ہیں۔ اُن سب نے بھی یہی بتلایا ہے۔

اگرچہ زمانہ حال کے لوگوں کی ایسی حالت ہے کہ بہت ہی تھوڑے لوگوں نے اُپنے حقیقی مقصد
کو حاصل کیا ہے، تو بھی یہ بات فیصلہ شُدہ ہے کہ آخر میں ایک نہ ایک دِن سبھی اس کو حاصل کریں گے۔
اِس کے سِوا زمانہ گُذشتہ میں ایسے بہت سے مہاپُرش ہو چکے ہیں، کہ جنہوں نے اس کو حاصل کیا ہے۔ اور
جن کی تعداد ہر ایک زمانے میں بڑھتی ہی جاتی ہے۔ ابھی تک ہم لوگ زندگی کی پاٹھشالہ میں وِدیارتھی
کی مانند ہیں۔ بہت سے لوگ وِدیارتھی کی حالت میں ہی موت کے لقمہ بن جاتے ہیں۔ مگر کچھ لوگ
ایسے بھی ہیں، کہ جو مستقل مزاجی، دُکھ، اگیان اور تاریکی سے سخت جنگ کرنے کی وجہ سے زندگی کا حقیقی
علم حاصل کر لیتے ہیں، اور آنند کے ساتھ وِدیارتھی کی حالت سے پار ہو جاتے ہیں۔

اس دُنیا میں آدمی ہمیشہ وِدیارتھی رہنے کے لئے ہی نہیں آیا ہے کہ وہ اپنی بے وقوفی، اکڑپن

اور غلطیوں کی وجہ سے پٹتا ہی رہے۔ وہ جب چاہے، اپنی زندگی کے پاٹھ کو من لگاکر سیکھ سکتا ہے اور پُورن وِدوان اور بُدھیمان ہو کر گیان اور شانتی کا آنند لُوٹ سکتا ہے۔ اور دُکھ اور جہالت سے آزاد ہو سکتا ہے۔

زندگی میں بہت سے دُکھ ہیں اور ان کی جڑیں بہت گہری ہیں، مگر ان کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور وہ اُکھاڑی جا سکتی ہیں۔ جب تک اِنسان اپنے جذبات، خواہشات اور من کی واسناؤں پر فتح حاصل نہیں کر لیتا ہے۔ تب تک ان سے اُس کو بہت دکھ پہنچتا ہے۔ مگر وہ اِن کو زیر کر سکتا ہے۔ اور دُور اندیشی کے ساتھ ان سے کام لے سکتا ہے، اور زندگی کے اعلےٰ مقاصد کی ان کے ذریعہ تکمیل کر سکتا ہے۔

زندگی میں بڑی بڑی مُشکلات پیش آتی ہیں۔ سخت جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ پھر بھی یہ بات یقینی نہیں۔ کہ ہماری خواہش ضرور پوری ہو جائے گی۔ کبھی کبھی تو بڑا دھوکہ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ سینکڑوں مرد عورت اِن کے بوجھ سے دب کر مر جاتے ہیں، مگر یاد رہے کہ ان دُکھوں اور تکلیفوں اور ان مُشکلات کی ہستی کچھ بھی نہیں ہے۔ ان کی ہستی صرف ہمارے من اور آتما میں ہے۔ ہم چاہیں تو ان کی مُشکل بدل سکتے ہیں۔ سنسار چکر میں کوئی بھی وِکار بدی اور ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔ ہم میں اننت شکتی موجود ہے۔ ہم اپنے من کو اس اخلاقی حد تک پہنچا سکتے ہیں۔ جہاں وِکار (عیوب) اس کو چھو بھی نہیں سکتے۔ اننت اور عالمگیر اِنصاف اور دیا بھلائی پر سچا یقین کرنا ہی فتح مند زندگی کا مارگ ہے۔ جو شخص شانت، بلوان، سنجیدہ اور مُستقل مزاج ہونا چاہتا ہے۔ اُسے سب سے پہلے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ زندگی کا مخزن

من کی صفائی

جو شخص قُدرت کے اصولوں کو سمجھنا چاہتا ہے، اور مکتی کا آنند لینا چاہتا ہے۔ اُسے یہ جان لینا چاہیئے کہ اس کے جیون میں حقیقت میں کوئی وِکار (عیب) نہیں ہے۔ جو عیوب نظر آتے ہیں۔ وہ سب اسی نے پیدا کیئے ہوئے ہیں۔ اس بات کا سمجھنا ذرا مشکل ہے۔ کیونکہ من اشُدھ (ناپاک) حالت میں اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے۔ مگر جو لوگ مُکتی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کیلئے حقیقت کا سمجھنا ضروری ہے۔ پہلے اِنسان کو وشواس کرنا چاہیئے۔ اور جب تک پُورن گیان اور انو بھو نہ ہو جائے تب تک وشواس پر ہی اٹل جمے رہنا چاہیئے۔ اگر ہم زندگی کے دُکھوں سے انو بھو کرنا سیکھ لیں، تو ہمارے سب دُکھ کم ہو سکتے ہیں۔ جس اِنسان کو یقین ہے۔ وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ اگر ہم اپنے سب تجربات سے فائدہ اُٹھاویں، اور ان سے اپنی زندگی کو اعلےٰ بنائیں، تو ہم اپنے دُکھوں کی حیثیت بدل سکتے ہیں۔ اور اُن کا ناش بھی کر سکتے ہیں

سمجھدار لوگ ایسا ہی کرتے ہیں، اور وہ ان سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جس طرح پہلے سورج طلوع ہوتا ہے، اور پھر دوپہر ہوتی ہے۔ اسی طرح پہلے وشواس ہوتا ہے، اور پیچھے گیان ہوتا ہے۔ وشواس کے بغیر کوئی انسان بلوان اور ساہسی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ اپنے چنچل من کو بکشو کر سکتا ہے۔ جس شخص کو پختہ یقین ہوتا ہے، کہ وہ مشکلات کے آنے پر ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوتا۔ چاہے کتنی ہی مصیبتیں آئیں، وہ کبھی مایوس نہیں ہوتا ہے۔

اس کا راستہ خواہ کتنا ہی دشوار گزار اور تاریک ہو، مگر اس کو اپنے دماغ کے اوپر صاف راستہ دکھائی دیتا ہے، اور اس کے سامنے سچے پرکاش کا مقام نظر آتا ہے۔

جن مورکھوں کا اس بات پر یقین نہیں ہے۔ کہ انجام کار بھلائی کی ہی فتح ہو گی۔

وہ برائی کا آسرا لیتے ہیں، ان کا ایسا کرنا ٹھیک بھی ہے۔ کیونکہ جو بھلائی کی ترقی نہیں کر سکتا۔ وہ برائی کی ترقی ضرور کرتا ہے۔ جو برائی کو زندگی کا آدھار سمجھتا ہے، وہ اس کے کڑوے پھل کو بھی ضرور چکھتا ہے۔ جو لوگ زندگی کی جدو جہد میں ہار جاتے ہیں۔ وہ جہالت کی وجہ سے دوسروں کو بھی یہی وشواس دلاتے ہیں۔ کہ اگر ان کے پڑوسی اور ساتھی لوگ ان کے ساتھ کچھ کپٹ نہ کرتے۔ تو وہ ضرور ہی دھنی، مانی (معزز) اور کامیاب ہوتے ـــــ جب دیکھو، وہ دوسروں سے یہی کہتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں دھوکہ دیا، ہمارے ساتھ وشواس گھات کیا، اور ہماری ہتک کی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں صرف ہم ہی سچے ہیں، اور سب جھوٹے ہیں۔ وہ اکثر یہ کہا کرتے ہیں کہ اگر ہم بھی دوسروں کی طرح خود غرض اور مکار ہوتے، تو ہم بھی ان کی مانند آج دولت مند، معزز اور کامیاب ہوتے۔ ہمارے تنزل کا۔ ہماری مصیبت کا بڑا باعث یہ ہے، کہ ہم جنم سے ہی بے غرض پیدا ہوئے ہیں۔ اس طرح اپنی جھوٹی تعریف کرنے والے لوگ

بھلائی اور برائی

میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے۔ انہیں بھلائی اور انسان میں وشواس نہیں رہا۔ جب وہ دوسروں پر نگاہ ڈالتے ہیں، تو ان میں انہیں صرف عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔ مگر جب وہ اپنی طرف دیکھتے ہیں کہ دوسرے ان پر حملہ کرتے ہیں اور ان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اپنے میں کوئی عیب ڈھونڈنے کی نسبت وہ دوسرے لوگوں میں ہی عیب دیکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے دل کا راجہ برائی کے راکھش کو دے رکھا ہے، اور اسی کو جیون کا سوامی مان رکھا ہے۔ ان کو سب جگہ اسی کی حکومت دکھائی دیتی ہے۔ جہاں پر بھلائی ٹھوکریں کھاتی ہے، اور برائی کی طوطی بولتی ہے۔ وہ اپنی بے وقوفی جہالت اور کمزوری کو تو سمجھتے نہیں، اور عبث اپنی قسمت کو دوش دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنی موجودہ حالت میں ہمیشہ دکھ اور مصائب

اٹھانے پڑتے ہیں۔ جو آدمی اپنی زندگی کو کامیاب اور مفید بنانا چاہتا ہے اور روحانی ترقی اور فتح حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ اپنے دل سے ان سب بُری واسناؤں کو نکال ڈالے، کہ جن سے بھلائی اور پاکیزگی دب رہی ہے، اور کمینگی اور ناپاکی بڑھ رہی ہے۔ جو آدمی جھوٹ کپٹ اور خود غرضی کو اپنی زندگی میں کامیابی کا سادھن سمجھتا ہے، اسے کئی طرح کے دکھ اور کلیش اٹھانے پڑتے ہیں۔ وہ شخص کچھ بھی طاقت اور عزت کو نہیں بڑھا سکتا، اور نہ کچھ سکھ اور شانتی کا بھوگ کر سکتا ہے۔ جو دوسروں کی برابری کرنے کے لئے اپنے دل کے صفات کو ہیچ اور قابل نفرت سمجھتا ہے۔ جس کا یہ وچار ہے، کہ برائی بھلائی سے زیادہ پربل (زبردست) ہے، اور بُرے آدمی ہماری دنیا میں سکھ کی زندگی بسر کرتے ہیں، تو سمجھنا چاہیئے، کہ وہ ابھی برائی میں پھنسا ہوا ہے، اور برائی کی وجہ سے اسے یقینی طور پر شکست یاب اور ناکام ہونا پڑے گا۔

تمہیں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں برائی ہی برائی بھری ہوئی ہے۔ بُرے ہی آدمی دنیا میں پھلتے اور پھولتے ہیں۔ اور اچھے آدمی دکھ اٹھاتے ہیں، اور جہاں دیکھو، ظلم اور بے انصافی کا راج ہے۔ مگر یہ تمہارا وہم ہے۔ تمہیں کبھی ایسا خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ تم غلطی پر ہو۔ اس لئے ایسا کہتے ہو۔ تمہیں ابھی زندگی کی اصلیت کا علم نہیں ہے، اور نہ تم نے ابھی چیزوں کی علت معلول پر ہی غور کیا ہے۔ اگر تم شدھ انتہ کرن سے بدھی پوروک اپنے جیون پر وچار کرو۔ تو تمہیں اس کی اصلیت کا اچھی طرح علم ہو جائے گا۔ اور پھر تمہیں جہاں پہلے برائی معلوم دیتی تھی۔ بھلائی معلوم ہونے لگے گی۔ ظلم کی جگہ انصاف اور بے قاعدگی کی جگہ باقاعدگی معلوم ہو گی۔

یہ سنسار سرشٹی ہے، نہ کہ پرلے کبھی مقررہ اصول پر کھڑی ہے۔ اس وجہ سے اس میں بُرے آدمی کبھی نہیں بڑھنے پاتے۔ اس میں شک نہیں کہ اس دنیا میں برائی بہت ہے، اور یہی کارن ہے کہ سداچار کی اتنی ضرورت ہے مگر ساتھ ہی دکھ بھی دنیا میں کم نہیں ہے، اور برائی اور دکھ میں علت معلول کا تعلق ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ دنیا میں بھلائی ہے اور بھلائی کے ساتھ ساتھ آنند بھی ہے۔ اور ان دونوں میں بھی علت معلول کا ہی تعلق ہے۔ بھلائی کی زبردست طاقت اور اس کی حکومت میں انسان کا ایسا پختہ یقین ہے کہ خواہ ظاہرا طور پر کیسا ہی ظلم ہو رہا ہو، اور کتنا ہی دکھ اور کلیش اٹھانا پڑتا ہو، پھر بھی اس کے وشواس میں کمی نہیں آتی، تو یقیناً ہی وہ انسانی زندگی کی مشکلات اور مصائب کو صبر کے ساتھ برداشت کرے گا۔ اور خوف، شک اور مایوسی کا کوسوں تک پتہ نہیں چلے گا۔ ممکن ہے کہ وہ اپنی تمام کوششوں میں کامیاب نہ ہو، اور اس کو ناکامیابی کا سامنا بھی کرنا پڑے۔ مگر جیسے جیسے اسے ناکامی ہوتی ہے۔ ویسے ویسے ہی اس کی امنگیں بڑھتی جاتی ہیں، اور وہ زیادہ سے زیادہ ترقی کرتا جاتا ہے۔ اسے اس وجہ سے ناکامیابی ہوتی ہے، کہ

وہ پہلے کی نسبت زیادہ کامیابی حاصل کرے۔ اس کی زندگی کبھی ناکام نہیں ہو سکتی اور نہ کبھی ہوگی۔ ممکن ہے کہ وہ اپنے ہر ایک کام (تدبیر) میں ناکامیاب ہو، لیکن اس طرح کی ناکامیابی اس کے چرتر کی کمزور کڑیوں کو توڑ ڈالتی ہے کہ جس سے وہ پھر اپنی زندگی کو سُدھارے۔ اور اپنی زندگی کو پختہ اور طاقت ور بنا دے۔ انسان کے اندر ایک طرح کا حیوانی بل (طاقت) بھی ہوتا ہے کہ جس سے وہ میدانِ جنگ میں دشمن کا۔ جنگل میں شیر، بھیڑیا وغیرہ درندوں کا بہادری سے سامنا کر لیتا ہے۔ مگر وہی انسان زندگی کی جد و جہد میں ہار جاتا ہے۔ اور اپنے اندرونی دشمن کے سامنے گر پڑتا ہے۔ اس وقت اس کی ساری طاقت اُڑ ہت جاتی رہتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آتم وجے کے لئے ضبط حواس کے لئے اور دکھ و مصیبت کے وقت شانت رہنے کے لئے جس طاقت اور اخلاقی جرأت کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اس جرأت اور بہادری سے کہیں بڑھ کر ہے جس کی میدانِ جنگ میں دشمن کو جیتنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے جرأت اور وشواس کا گہرا تعلق ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔

جس معنی میں ہم وشواس لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اس سے کام نہیں چلے گا۔ ایشور میں ظاہری بھگتی۔ شاستروں میں لفظی شردھا اور مورتی پوجا میں دکھاوے کا وشواس صرف بیرونی نمائش ہے۔ ان سے ہم جیون کے راز کو نہیں سمجھ سکتے، اور نہ ان سے ہم میں حقیقی شردھا ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ ایسی باتوں سے "سچا وشواس" بالکل مختلف ہے۔ اکثر ایسا دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ نمائشی ایشور بھگت مورتی پوجک، پنڈت اور شاستروں کے ودوان ہوتے ہیں۔ ان میں ہی سچے وشواس کی کمی ہے۔ ذرا سی تکلیف کے آجانے پر وہی لوگ سب سے پہلے دکھی اور مایوس ہونے لگتے ہیں۔ جو انسان زندگی کی اچانک گھٹناؤں کی وجہ سے چنتا اور مایوسی میں پڑ جاتا ہے، تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دھارمک شردھا اور تتو گیان کے ہوتے ہوئے بھی اس میں ابھی سچے وشواس کی کمی ہے۔ وجہ یہ کہ جہاں وشواس ہے، وہیں پر ساہس اور دھیریہ (مستقل مزاجی) ہے، اور وہیں پر طاقت اور پختگی ہے۔

انسان کے خیالات پر زیادہ دھیان نہیں دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ بُرے خیالات کے اُٹھتے رہنے سے بدلتے رہتے ہیں۔ چیز کی اصلیت سے ان کا ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ پانی کے بلبلوں کی مانند اوپر ہی اوپر رہتے ہیں۔ مگر ان سب کے پیچھے وہی آتما ہے اور وہی من ہے۔ جن انسانوں میں بھلائی نہیں ہے وہ ناستک ہیں۔ خواہ وہ مندر میں جا کر گھنٹوں پوجا پاٹھ کرتے ہوں، اور اپنے آپ کو دھرماتما دکھاتے ہوں۔ اور جن لوگوں میں بھلائی پائی جاتی ہے، وہ آستک ہیں۔ خواہ وہ کسی بھی دھرم یا مذہب کے ماننے والے نہ ہوں۔ وہ ہی لوگ بد اعتقاد اور اوشواسی ہیں۔ جو اپنے عیوب کو نہ دیکھ کر دوسروں پر عیب لگاتے ہیں۔ اور دوسروں کو اپنے دکھ کا کارن سمجھتے ہیں۔ جو لوگ بھلائی کی طاقت کے قابل نہیں ہیں، اور اپنی زندگی اور ہر دن کے کاروبار میں بُرائی کی طاقت کا ہی سہارا لیتے ہیں۔ حقیقت میں وہی ناستک (کافر) ہیں۔ وشواس

سے اِنسان کو ایسا بھاری ساہس ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے اس کی زندگی کی تمام تکالیف اور مایوسیاں جو خود غرضی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں، وہ دُور ہو جاتی ہیں۔ اور یقینی طور پر فتح حاصل ہوتی ہے۔ ناکامیابی سے بھی اُسے کامیابی ہوتی ہے۔ اس ساہس سے اِنسان میں برداشت کی طاقت آتی ہے۔ ہمت بڑھتی ہے۔ اور زندگی کی جدوجہد میں طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اسی کے ذریعے اِنسان کو اس بات کا علم ہوتا ہے، اور دُنیا میں ہر ایک چیز سچائی کے اٹل سدّھانت پر کام کر رہی ہے۔ اور اس بات کا یقین ہوتا ہے۔ کہ آخر میرے دِل کی فتح ہوگی، اور میرے من کی طاقت عجیب ہے۔ اس لئے پیارے ناظرین اب تم وشواس رُوپی چراغ کو اپنے ہردے مندر میں بسا لو، اور اس کی روشنی میں تاریکی کو مٹاتے ہوئے آگے بڑھو۔ اگرچہ اس کا پرکاش (نُور) کم ہے، اور گیان رُوپی سُورج کے نُور کے ساتھ اُس کی برابری نہیں ہو سکتی، تو بھی اُس کے ذریعے تم بھی شکوک کے بادلوں اور مایُوسی کی تاریکی کو دُور کر سکتے ہو۔ رنج اور دُکھ کے تنگ اور خار دار راستوں اور لوبھ اور بد اعتقادی کے گندے مقامات کو پار کر سکتے ہو۔ اس وشواس سے تم اپنے دِل کے جنگل کے خوفناک جیوؤں کو بھگا سکتے ہو۔ اور پوتر جیون کے کھُلے ہُوئے میدانوں میں اور کامیابی کے اعلےٰ مرتبوں پر آسانی سے پہنچ سکتے ہو۔ وہاں پر پھر وشواس کے دھندلے پرکاش کی ضرورت نہیں رہے گی۔ کیونکہ بھے، شوک، شک اور تاریکی سب پیچھے رہ جائیں گے، اور تُم نئے گیان کو حاصل کر لوگے۔ تمہاری زندگی بھی نئی ہو جائے گی، اور تم پُورن گیان جیوتی کا انُوبھو کرتے ہُوئے شانتی حاصل کرو گے۔

تُو سمجھتا ہے۔ حوادث ہیں سَتانے کیلئے
یہ ہُوا کرتے ہیں ظاہر آزمانے کیلئے

سختیٔ بادِ مخالف سے نہ ہو حیراں عقاب
یہ تو چلتی ہے تیرے اُونچا اُٹھانے کیلئے

کامیابی کی ہُوا کرتی ہے ناکامی دلیل
رنج آتے ہیں تجھے فرحت دِلانے کیلئے

عمل کر نیک بے خواہش پربھو کو یاد کر ہر دم
حوادث آزمائش ہیں، تُو کیوں رنجور ہوتا ہے

بے عمل انسان

زمانے کی نظر سے گر کے وہ معدوم ہوتا ہے

کسی انسان میں فقدانِ عمل جب عام ہوتا ہے
تو دیکھا ہے یہی اُس کا بُرا انجام ہوتا ہے

حقائق کی طرف سے پھیر لیتا ہے وہ مُنہ اپنا
اثر انداز اس پہ غلبۂ اوہام ہوتا ہے

جمود و جہل و کمزوری میں ہوتا ہے وہ لاثانی
جہاں میں اُس کا سب علم و ہنر بدنام ہوتا ہے

نہ اس کو دسترس ہوتا ہے اخلاقی محاسن پر
نہ دیوِ نفس اُس کی کوششوں سے رام ہوتا ہے

نفاقِ باہمی بغض و حسد میں رہتا ہے ہر دم
وجود اُس کا برائے لعنت و دشنام ہوتا ہے

وہ آخر کار کاسہ لے کے پھرتا ہے گدائی کا
اور اُسکے دشمنوں کے ہاتھ میں صمصام ہوتا ہے

بسر ہوتی ہے صدیوں زیست اُسکی یوں غلامی میں
کہ جیسے طائرِ مجبور زیرِ دام ہوتا ہے

غرض یوں دولتِ اوصاف سے محروم ہوتا ہے
زمانے کی نظر سے گر کے وہ معدوم ہوتا ہے

رہتا نہیں اندوہ جہاں حسنِ عمل ہے
مردوں کی بلا دور یہ مشہور مثل ہے

مردانِ اولوالعزم تو بیکار نہ بیٹھیں
اوروں کے بھروسے پہ زناں وار نہ بیٹھیں

سینٹ فرانسس

سینٹ فرانسس ایک کامیاب کاروباری باپ کا بیٹا تھا فرانس کے ایک گاؤں موسومہ اسیسی میں پیدا ہُوا۔ بچپن کا نام تو کچھ اَور ہی تھا لیکن بعد میں وہ سینٹ فرانسس کے نام سے مشہور ہُوا۔ باپ نے بڑی کوشش کی کہ سینٹ فرانسس اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے کسی سرکاری عہدہ جلیلہ پر فائز ہو، مگر بارآور نہ ہُوئی۔ سینٹ فرانسس کی اُتما کسی اَور ہی عالم کی سیر میں مصروف رہتی تھی۔ آخر بڑا ہونے پر ایک دِن اُس کے والد نے کچھ سرمایہ حوالے کیا، اَور کہا کہ اب تم جوان ہو، تمہارا فرض ہے، باہر جا کر تجارت کرو۔ کماؤ اَور کھاؤ۔ فرانسس نے بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔ باپ نے اُسے تجارتی مال فروخت کے لئے اَور ایک گھوڑا سواری کے لئے دے کر اپنے چند ایک نوکروں کے ساتھ رُخصت کیا۔ مگر فرانسس کو کاروباری چالوں سے کوئی دِلچسپی نہ تھی لیکن نیک نیتی، خوش مزاجی اَور بیوپاریوں کے ساتھ ایماندارانہ سلُوک رکھنے کی قابلیّت اُس میں موجود تھی۔ اپنے نیک اوصاف کی بدولت اس کو اُپنے تجارتی کام میں بڑا فروغ ہُوا۔ اُس نے اسی اپنے دَورہ میں بہت سا مُنافع حاصل کیا، اَور واپس گھر کی طرف روانہ ہُوا۔ راستہ میں فرانسس ایک گاؤں میں ٹھہرا۔ یہ گاؤں ایک دریا کے کنارے واقع تھا۔ جو اُنہیں دِنوں سیلاب نے تباہ کر دِیا تھا۔ لوگوں کی حالت بہت قابلِ رحم تھی۔ سینکڑوں لوگ بے خانماں ہو کر فاقہ کشی کی زِندگی بسر کر رہے تھے۔ فرانسس سے یہ نظارا نہ دیکھا گیا اَور بہت سا روپیہ وہاں کے غریب لوگوں میں بانٹ کر وہاں سے رُخصت ہُوا۔ اِس کے بعد دُوسری منزل پر پہنچا۔ تو وہاں بھی کئی مرد و زن اَور ننھے بچّے مُصیبت میں مُبتلا نظر آئے۔ وہاں بھی کافی روپیہ خرچ کیا۔ اِسی طرح راستے میں جو بھی کوئی خستہ حال اِنسان اُسے مِلتا۔ وہ اُس کی ہر طرح سے اِمداد کرتا۔ آخر سب روپیہ ختم ہو گیا۔ فقط گھوڑا پاس رہ گیا تھا۔ وہ بھی ایک لنگڑے فقیر کے حوالے کر دیا۔ اَور خالی ہاتھ گھر داخل ہُوا۔ باپ کو پہلے ہی فرانسس کے ساتھ بھیجے گئے نوکروں نے آ کر سارا قِصّہ سُنا دِیا تھا۔ چنانچہ وہ بہت ناراض ہُوئے۔ اَور فرانسس کو کہا کہ تم نے سب کچھ تباہ کر دِیا ہے۔

فرانسس نے جواب دِیا "والد صاحب، مَیں نے تو یہ بہت ہی نفع مند سودا کیا ہے۔ غریبوں کی مدد کیا کم مُنافع کی تجارت ہے"۔ باپ اِس جواب سے اَور بھی چڑ گیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ دُوسرے ہی دِن اُس کے باپ نے قانُون دان آدمیوں کو بُلا کر فارغ خطی کا مُسوّدہ تیار کیا، اَور اُسے مجسٹریٹ کی عدالت میں بغرضِ تصدیق داخل

کر دیا۔ فرانسس کے نام مجسٹریٹ کی طرف سے نوٹس موصول ہُوا۔ اور وہ مقرّرہ تاریخ پر حاضرِ عدالت ہُوا۔ فرانسس کا بیان سُننے کے لئے آدمیوں کا بھاری ہجوم عدالت میں موجود تھا۔ جب مُعاملہ عدالت کے سامنے پیش ہُوا، تو مجسٹریٹ نے فرانسس کو مخاطب کر کے فارغ خطی کا مسوّدہ پڑھ کر سُنایا۔ بعد ازاں دریافت کیا کہ وجہ بتاؤ۔ کیوں نہ یہ فارغ خطی منظور کی جاوے۔ یہ سُن کر فرانسس نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے تمام قیمتی کپڑے اُتار کر عدالت میں رکھ دیئے، اور مجسٹریٹ سے درخواست کی۔ "میرے قابلِ تعظیم باپ کی درخواست منظور کی جائے، اور جو پارچات میں نے اُتار دیئے ہیں، یہ انہیں کی ملکیت ہے۔ اُن کو واپس دے دیئے جائیں"۔ فرانسس کے اس جواب سے عدالت میں سنسنی کی لہر دَوڑ گئی۔ اور مجمع میں سے ایک فقیر جس کی ساری ملکیت فقط گودڑی ہی تھی۔ نہایت عقیدت کے ساتھ فرانسس کو پہننے کے لئے پیش کی۔ فرانسس نے اِس گودڑی کو اوڑھ لیا، اور خوشی خوشی عدالت سے باہر نکل آیا۔ اِس واقعہ سے عدالت میں سناٹا چھا گیا، اور ناظرین دیر تک محوِ حیرت رہے۔

وقت

حکیم رمیل داس جی مضطرؔ

وقت تھا جو کام کا اُس کو اُڑایا دھول میں
وقت تھا پر لوک اپنا جب بنا سکتا تھا تو
وقت تھا جو جاگنے کا اُس وقت سوتا رہا
وقت آخر، وقت کھو جانے پہ تو پچھتائے گا
یاد آئے گا تمہیں عالمِ جوانی وقتِ مرگ
یاد آئیں گے تمہیں فانی عزیز و اقربا
لیکن اے نادان اب افسوس کرنا ہے فضول
اب تیرے افسوس کرنے سے بھلا ہوتا ہے کیا؟
سوچ سکتا تھا۔ سمجھ سکتا تھا سب سُود و زیاں
خیر جو گذری سو گذری وقت ہے ہوشیار ہو
آ۔ اے انساں وقت ہے۔ تو وقت کے دریا را ہ
حال تیرے ہاتھ میں ہے تو ہے اس کا بادشاہ

وقت تھا جو یاد کا اُس کو گنوایا بھول میں
وقت تھا ہر سانس کو گوہر بنا سکتا تھا تو
وقت کو برباد کرتا زندگی روتا رہا!!
پیش ہوں گے جب تیرے اعمال تو شرمائے گا
یاد آئے گا تمہیں ہر دوست فانی وقتِ مرگ
جن کو لافانی سمجھ کر زندگی بیٹھا گنوا
وقت ماضی مر گیا۔ اب اُس پہ مرنا ہے فضول
سر میں مٹی ڈال کے دُھن دُھن کے سر دُھنتا ہے کیا؟
زندگی انمول تھی بے مُول کر دی مہربان
باقی ماندہ زندگی بہتر سمجھ تیار ہو
چھوڑ ماضی مستقبل، حال میں غوطہ لگا
حال کو کافی سمجھ اور عاقبت اپنی بنا

وقت تیری زندگی ہے زندگی کی کر قدر
ہوگا پھر افسوس مضطرؔ۔ کر دیا ضائع اگر

مہرشی پتنجلی کا:- (جملہ حقوق محفوظ ہیں) قسط دویم (مسلسل)

اشٹانگ یوگ

مترجم منشی سورج نارائین مہر

دوسری فصل

سنتوش یا قناعت

پہلا نیم شوچ یعنی صفا ہے۔ اس کی بابت ہم نے بتایا ہے کہ صفا کا تعلق صرف جسم سے نہیں ہے۔ بلکہ کرم، بانی اور من تینوں سے ہے۔ اب دوسرے نیم کو لیتے ہیں۔ یہ سنتوش یعنی قناعت ہے۔ سنتوش من کی اس حالت کا نام ہے، جس میں آدمی اپنے میں کسی قسم کی کمی محسوس نہیں کرتا، اور جو کچھ پاس ہے اس پر صبر و شکر کرتا ہے۔ چونکہ اس حالت میں من ہوا و ہوس کے خیالات سے پریشانی محسوس نہیں کرتا۔ اس واسطے جلد ترشانتی بہم پہنچ جاتی ہے، اور چت یکسو ہونے لگتا ہے۔ جو یوگ یعنی سمادھی میں بڑی کار آمد چیز ہے۔ اسی واسطے اس کو نیموں میں جگہ دی گئی ہے، اور عہد کر کے اس کی مشق کی تاکید کی گئی ہے۔

اول یہ دیکھنا چاہیئے کہ سنتوش یعنی قناعت کا نہ ہونا کن اسباب سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ اسباب معلوم ہو گئے تو ان کا انسداد آسان ہو گا اور قناعت کا راستہ ہم پر کھلے گا۔ یہ منفی تعلیم ہے۔ مثبت تعلیم میں وہ طریقے بتائے جائیں گے، جن سے آدمی قناعت پر براہِ راست چل سکیں اور یکسوئی قلب حاصل کر سکیں۔

میرے دوستو۔ ہمیں پانچ حواس عطا ہوئے ہیں اور ایک من۔ آنکھوں سے ہم دیکھتے ہیں۔ کانوں سے سنتے ہیں، زبان سے چکھتے ہیں، ناک سے سونگھتے ہیں اور جلد سے چھوتے ہیں انہیں سے تمام دنیائے بیرونی کا علم ہمیں حاصل ہوتا ہے۔ اس علم پر من اپنے ہوائی قلعوں کی بنیادیں رکھتا ہے اور بڑی بڑی عمارتیں چنتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اندریوں یعنی حواسوں کے اعمال قدرتی ہیں۔ آنکھ بیرونی اشیاء کو دیکھے گی پر دیکھے گی۔ کان آوازوں کو سنے گا پر سنے گا۔ اسی طرح ناک، زبان اور جلد کو اپنے اپنے لشیوں کے ساتھ تعلق ہے دونوں کا باہم میل ہو گا پر ہو گا۔ یہاں تک قدرتی عمل ہے، جو نہ روکے سے رک سکتا ہے اور نہ

کر دِیا۔ فرانسس کے نام مجسٹریٹ کی طرف سے نوٹس موصُول ہُؤا۔ اور وہ مُقرّرہ تاریخ پر حاضرِ عدالت ہُؤا۔ فرانسس کا بیان سُننے کے لئے آدمیوں کا بھاری ہجُوم عدالت میں موجُود تھا۔ جب مُعاملہ عدالت کے سامنے پیش ہُؤا، تو مجسٹریٹ نے فرانسس کو مخاطب کر کے فارغ خطی کا مسوّدہ پڑھ کر سُنایا۔ بعد ازاں دریافت کیا کہ وجہ بتاؤ۔ کیوں نہ یہ فارغ خطی منظور کی جاوے۔ یہ سُن کر فرانسس نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے تمام قیمتی کپڑے اُتار کر عدالت میں رکھ دِیئے، اور مجسٹریٹ سے درخواست کی "میرے قابلِ تعظیم باپ کی درخواست منظور کی جائے، اور جو پارچات میں نے اُتار دِیئے ہیں، یہ انہیں کی ملکیت ہے اُن کو واپس دے دِیئے جائیں"۔ فرانسس کے اس جواب سے عدالت میں سنسنی کی لہر دَوڑ گئی۔ اور مجمع میں سے ایک فقیر جس کی ساری ملکیت فقط گودڑی ہی تھی۔ نہایت عقیدت کے ساتھ فرانسس کو پہننے کے لئے پیش کی۔ فرانسس نے اِس گودڑی کو اوڑھ لیا، اور خوشی خوشی عدالت سے باہر نکل آیا۔ اِس واقعہ سے عدالت میں سنّاٹا چھا گیا، اور ناظرین دیر تک محوِ حیرت رہے ؛

وقت

حکیم رمیل داس جی مضطر

وقت تھا جو کام کا اُس کو اُڑایا دُھول میں　　وقت تھا جو یاد کا اُس کو گنوایا بھول میں
وقت تھا پر لوک اپنا جب بنا سکتا تھا تُو　　وقت تھا ہر سانس کو گوہر بنا سکتا تھا تُو
وقت تھا جو جاگنے کا اُس وقت سوتا رہا　　وقت کو برباد کرتا زِندگی روتا رہا!!
وقتِ آخر، وقت کھو جانے پہ تُو پچھتائے گا　　پیش ہوں گے جب تیرے اعمال تُو شرمائے گا
یاد آئے گا تمہیں عالمِ جوانی وقتِ مرگ　　یاد آئے گا تمہیں ہر دوست فانی وقتِ مرگ
یاد آئیں گے تمہیں فانی عزیز و اقربا　　جن کو لافانی سمجھ کر زِندگی بیٹھا گنوا
لیکن اے نادان اب افسوس کرنا ہے فضول　　وقتِ ماضی مر گیا۔ اب اُس پہ مرنا ہے فضول
اب تیرے افسوس کرنے سے بھلا ہوتا ہے کیا؟　　سر میں مٹّی ڈال کے دُھن دُھن کے سر روتا ہے کیا؟
سوچ سکتا تھا۔ سمجھ سکتا تھا سب سُود و زیاں　　زِندگی انمول تھی بے مُول کر دی مہرباں
خیر جو گذری سو گذری وقت ہے ہوشیار ہو　　باقی ماندہ زِندگی بہتر سمجھ تیار ہو
اے انساں وقت ہے۔ تُو وقت کے ریار آ　　چھوڑ ماضی مُستقبل، حال میں غوطہ لگا
حال تیرے ہاتھ میں ہے تُو ہے اِس کا بادشاہ　　حال کو کافی سمجھ اور عاقبت اپنی بنا

وقت تیری زِندگی ہے زِندگی کی کر قدر
ہو گا پھر افسوس مضطرؔ۔ کر دیا ضائع اگر

مہرشی پتنجلی کا:- (جملہ حقوق محفوظ ہیں) قسط دوئم

اشٹانگ یوگ

(مسلسل)

مترجم منشی سورج نارائن مہر

دوسری فصل

سنتوش یا قناعت

پہلا نیم شوچ یعنی صفا ہے۔ اِس کی بابت ہم نے بتایا ہے کہ صفا کا تعلق صرف جسم سے نہیں ہے۔ بلکہ کرم، بانی اور من تینوں سے ہے۔ اب دوسرے نیم کو لیتے ہیں۔ یہ سنتوش یعنی قناعت ہے۔ سنتوش من کی اُس حالت کا نام ہے، جس میں آدمی اپنے میں کسی قسم کی کمی محسوس نہیں کرتا، اور جو کچھ پاس ہے اُس پر صبر و شکر کرتا ہے۔ چونکہ اس حالت میں من ہوا و ہوس کے خیالات سے پریشانی محسوس نہیں کرتا۔ اس واسطے جلد تر شانتی بہم پہنچ جاتی ہے، اور چِت یکسُو ہونے لگتا ہے۔ جو یوگ یعنی سمادھی میں بڑی کار آمد چیز ہے۔ اسی واسطے اُس کو نیموں میں جگہ دی گئی ہے، اور عہد کر کے اس کی مشق کی تاکید کی گئی ہے۔

اوّل یہ دیکھنا چاہیئے کہ سنتوش یعنی قناعت کا نہ ہونا کن اسباب سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ اسباب معلوم ہو گئے تو اُن کا انسداد آسان ہو گا اور قناعت کا راستہ ہم پر کھُلے گا۔ یہ منفی تعلیم ہے۔ مثبت تعلیم میں وہ طریقے بتائے جائیں گے، جن سے آدمی قناعت پر براہِ راست چل سکیں اور یکسوئی قلب حاصل کر سکیں۔

میرے دوستو۔ ہمیں پانچ حواس عطا ہوئے ہیں اور ایک من۔ آنکھوں سے ہم دیکھتے ہیں۔ کانوں سے سُنتے ہیں، زبان سے چکھتے ہیں، ناک سے سُونگھتے ہیں اور جلد سے چھُوتے ہیں۔ انہیں سے تمام دنیائے بیرونی کا علم ہمیں حاصل ہوتا ہے۔ اس علم پر من اپنے ہوائی قلعوں کی بُنیادیں رکھتا ہے اور بڑی بڑی عمارتیں چُنتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اندریوں یعنی حواسوں کے اعمال قدرتی ہیں۔ آنکھ بیرونی اشیاء کو دیکھے گی پر دیکھے گی۔ کان آوازوں کو سُنے گا پر سُنے گا۔ اسی طرح ناک، زبان اور جلد کو اپنے اپنے لشیوں کے ساتھ تعلق ہے۔ دونوں کا باہم میل ہو گا پر ہو گا۔ یہاں تک قدرتی عمل ہے، جو نہ روکے سے رُک سکتا ہے اور نہ

جس میں واقع میں کچھ حرج ہے۔

حرج اُس وقت واقع ہوتا ہے۔ جب اندریاں لشیوں کی طرف جائیں اور من کا قدم درمیان میں آئے۔ مثلاً اگر آنکھ کسی شے کو دیکھے تو محض ایک قُدرتی عمل ہے۔ مگر اُسے دیکھ کر من کو اُس شے کے لینے کی رغبت ہو یا نفرت آئے، تو گویا حرج واقع ہونا شروع ہُوا۔ اندریہ کا لشے کی طرف جانا گویا مُسافر کا راہ چلنا ہے۔ رغبت و نفرت کے بس میں آجانا گویا ٹھگوں کے دامِ فریب میں پھنسنا ہے۔ اسی واسطے بھگوان کرشن نے گیتا میں کہا ہے۔ ؎

جاتے ہیں جب حواس سُوئے لذات　　دو ٹھگ راستے میں پڑتے ہیں بدذات

رغبت ہے ایک دُوسرا نفرت ہے　　ان کے بس میں نہ آتو اے نیک صفات

اس اَمر کی توضیح بھی شریمد بھگوت گیتا میں نہائیت خوبی کے ساتھ کی گئی ہے کہ لشیوں میں آدمی پھنستا کس طرح ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اندریوں سے لشیوں کا گیان ہوتا ہے اور اس گیان کے سنسکار من میں رہتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ من ان سنسکاروں پر دھیان کرتا رہے گا، تو گویا اس کو لشیوں سے تعلق پیدا ہوگا۔ یہ تعلق بڑھ کر خواہش کی صُورت اختیار کرے گا۔ اور چونکہ ہر خواہش کا پُورا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس واسطے غصّہ پیدا ہوگا۔ غصّے سے موہ یا بھول پیدا ہوتی ہے اور آدمی گرتا چلا جاتا ہے۔

اب ہم صاف صاف سمجھ سکتے ہیں کہ اسنتوش کیونکر پیدا ہُوا کرتا ہے۔ اندریاں لشیوں کا گیان اندر لاتی ہیں۔ من میں اس کے سنسکار رہتے ہیں، اور وہ ان کا دھیان کرتا ہے، تو لشیوں کی چاہ پیدا ہوتی ہے۔ بار بار یہ خیال آتا ہے کہ فلاں شخص کے پاس فلاں شے ہے۔ ہمارے پاس نہیں۔ آہ اگر ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ یہ اسنتوش کا بیج ہے۔ بار بار یہ خیال دِل میں اُٹھتا ہے تو یُوں سمجھو کہ انکر پھُوٹا اور جڑ جم گئی۔ اگر اسی قسم کے اور خیالات بھی طبیعت میں آکر آدمی کو اپنی حالت سے نہ ناخوش رکھنے لگے تو بس جڑ پکڑ گیا۔ تنہ اور شاخیں اور برگ و بار سب نکل آئے۔ اب اس غریب کو شانتی نہیں مل سکتی۔ ہروقت من میں کڑھتا رہے گا کہ ہائے میں کیسا بدنصیب ہُوں، اور لوگوں کے پاس تو سب کچھ ہے، اور میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ اوروں کی خوشحالی دیکھ کر جلاپا پیدا ہوگا۔ عزیز و اقارب اور یار دوستوں کے سامنے جا جا کر اپنے دُکھڑے روئے گا۔ آپ بھی اشانت رہے گا اور جہاں جاکر بیٹھے گا، وہیں اشانتی پھیلائے گا۔

یہ حالت نفس سخت رحم و افسوس کے قابل ہے۔ ایسے شخص کی زندگی نہائیت تلخ گزرا کرتی ہے۔ اُسے نہ سُکھ نصیب ہو سکتا ہے نہ یکسوئی قلب اور نہ شانتی۔ پس اسنتوش کے خیال کو دل میں نہ آنے دو۔ آگیا ہے تو بار بار سوچنے سے طبیعت میں جگہ نہ پکڑنے دو۔ اگر جگہ پکڑ گیا ہے تو کوشش بلیغ سے اسے جگہ سے گراؤ۔ مکانِ دِل سے باہر نکالو۔ اور جب تک نہ نکل جائے، برابر سعی و کوشش جاری رکھو۔ اسنتوش کے

غلام نہ بنو۔ بلکہ اس کے حکمران بن کر اس پر اِتنا قابُو کرو۔ بھلا اس کا طریقہ کیا۔ سنو:۔
تمہیں یہ معلوم ہے کہ اسنتوش پیدا کیونکر ہوتا ہے۔ ہم ابھی بتا چکے ہیں کہ لشیوں کو سوچتے رہنے سے اور اُن پر دھیان دینے سے۔ پس قدم اوّل یہ ہے کہ تم لشیوں کے خیال میں تضیع اوقات نہ کیا کرو۔ اگر کسی لشئے کی طرف طبیعت جاتی ہے، اور اتنی مقدرت ہے کہ اُسے بہم پہنچا سکو، تو من کے بچے کو یا تو یہ کھلونا لے دو، یا طاقت ہے تو روک دو، کہ ہم ایسے بیہودہ کھلونے تجھے نہیں خرید دیں گے۔ اور اگر مقدرت نہیں ہے تو من کو سمجھاؤ، کہ بھائی اِس چیز کے لئے رونا بِسورنا لاحاصل ہے۔ ہمیں اس کے بہم پہنچانے کی قدرت ہی نہیں ہے۔ پس بار بار فکر کرنا اور بے قرار و مضطرب رہنا بے فائدہ ہے۔

اسنتوش دہکتی ہوئی آگ ہے اور لشئے اِس کا ایندھن ہیں۔ جتنا زیادہ ایندھن اس میں ڈالتے جاؤ گے۔ اتنی ہی یہ آگ اور بھڑکے گی۔ یاد رکھو کہ ہر ایک لابھ سے لوبھ اور زیادہ بڑھا کرتا ہے۔ اور انجام کار اس کی کچھ انتہا نہیں رہتی۔

پس بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو لشئے طبیعت میں اسنتوش پیدا کر رہا ہے۔ اس کی نسبت یہ دیکھو کہ تمہیں اس کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔ نئے سُوٹ کو جی چاہتا ہے تو پہلے یہ دیکھو، تمہارے صندوق میں کتنے سُوٹ بھرے رکھے ہیں۔ اگر کافی ہیں تو اُسے اور بھرنا دانائی کا کام نہیں ہے۔ اس واسطے من کو روکو، اور اس سے صاف صاف کہو، کہ میرے پاس کپڑے بہتیرے ہیں۔ مجھے نئے سُوٹ کی ہرگز ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ میں نہیں بنواؤں گا۔ نہیں بنواؤں گا۔ جو اس طرح مردانہ وار ہمّت و جرأت سے کام لیتے ہیں۔ انہیں اسنتوش نہیں ستایا کرتا۔

بعض اشخاص میں یہ خراب عادت ہوتی ہے کہ بازار گئے اور چاہا ہے جو کچھ خریدنے لائے۔ یہ اسنتوش کی خراب عادت ڈال رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کوئی قاروں کا خزانہ تو پاس ہے ہی نہیں۔ ایسی چیزیں بھی نظر چڑھیں گی۔ جن کے خریدنے کی استطاعت نہیں ہے۔ پھر بے صبری بے قناعتی اور شکوہ و شکایت پیدا ہوگی، جلاپا پیدا ہوگا، اشانتی پیدا ہوگی۔ پس جو اصول مدِ نظر رکھنا چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ بازار میں سینکڑوں دکانیں اور ہزاروں چیزیں فروخت ہوتی ہیں۔ یہ سب ہر وقت اور ہر دم میرے لئے ہی تو نہیں ہیں۔ روز کا آنا جانا ہے۔ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ میں ہر چیز خریدتا رہوں پس کوئی چیز نہیں خریدوں گا۔ جب تک مجھے اس کی خاص ضرورت نہ ہو۔ خیال رہے کہ ضرورتیں جھوٹی بھی ہوتی ہیں۔ پس اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو فوراً ہی اس کے لینے کو بازار میں نہ دوڑ جاؤ بلکہ ایک دو روز ٹھہرو، اور سوچو کہ ضرورت واقعی ہے یا نہیں ہے۔ میں اطمینان کے ساتھ کہتا ہوں، کہ اگر اس اصول پر عمل کرو تو سَو میں سے شاید دس ضرورتیں بھی تمہیں ستانے نہ پائیں گی، اور تم خوش خوش زندگی بسر کرو گے۔

اُوپر کچھ وہ باتیں بیان ہوئیں جو اسنتوش پیدا کیا کرتی ہیں، اور ان کے علاج کی طرف اشارہ

ہوا ۔ اب سنتوش یعنی قناعت کو لیجئے ، اور دیکھئے کہ من میں اس کے پیدا کرنے کے اسباب کیا ہیں ۔ پہلا اصول یہ ہے کہ نگاہ اوپر نہ اُٹھاؤ بلکہ نیچے جھکاؤ ۔ تم اُن آدمیوں کو کیوں دیکھو ، جو مال و دولت اور عزت و شہرت میں تم سے اونچے ہیں ، اور اُنہیں دیکھ کر تمہیں اپنی حالت بُری معلوم ہوتی ہے ۔ اُن آدمیوں کو دیکھو ، جو ان چیزوں میں تم سے کم درجہ رکھتے ہیں ۔ میں یقیناً کہتا ہوں ، کہ اُن کے مقابلے میں تمہیں اپنی حالت صبر و شکر کے لائق معلوم ہوگی ۔ ایشور نے صحت دی ہے ۔ تو بے صحیح و سلامت ہیں ۔ رہنے کو مکان ہے ۔ پہننے کو کپڑا ، کھانے کو غذا ، خدمت کو نوکر ، گھر میں بیوی ، بچّے اور عزیز و اقارب ہیں ۔ باہر دوست آشنا اور ملاقاتی ہیں ۔ جتنی آمدنی ہے ۔ اس سے حیثیت کے مطابق گزارہ ہوئے چلا جاتا ہے ۔ نگاہ غور سے دیکھو ، تو پرماتما نے تمہیں وہ کچھ عطا کر رکھا ہے کہ تمہاری ضرورتوں سے بھی زیادہ ہے ۔ پھر حرص و ہوس کیسی ۔

روپیہ ۔ پیسہ ، علم ، دولت ، عزّت و ثروت ، مکان و اسباب ۔ غرض دنیوی سامان سب کے پاس ایک ہی مقدار میں ہونا ناممکن ہے ۔ دُنیا نیرنگی کا نام ہے ۔ یہاں ایک طاقتور و تندرست ہے ۔ دُوسرا کمزور و بیمار ۔ ایک امیر ہے ، ایک غریب ۔ ایک باسامان دُوسرا بے سروسامان ۔ ایک عالم ایک جاہل ۔ ایک نیک نام ، ایک بدنام ۔ غرض لاانتہا اضداد ہیں ۔ کوئی کہاں تک گنوائے ۔ تم نے کبھی یہ بھی سوچا کہ اس بوقلمونی اور نیرنگی کا باعث کیا ہے ۔ کیوں ایک مُصیبت میں پیدا ہوتا ہے اور دُوسرا مسرت میں ۔ ایک کو کیوں اچھے اسباب ملتے چلے جاتے ہیں اور دُوسرے کو بُرے ۔ کارخانہ قُدرت اندھا دُھند اور اتفاقیہ نہیں ہے ۔ یہاں ہر معلول کی علت ہُوا کرتی ہے ۔ اگر کہو ایک کی کوشش زیادہ ہے ۔ اس واسطے وہ تمام سامان بہم پہنچا سکتا ہے ۔ اور دُوسرے کی کوشش اتنی نہیں ہے ۔ اس واسطے وہ مُصیبت میں مُبتلا ہے ۔ تو میرا سوال تو جُوں کا تُوں رہا ۔ ایک میں یہ کوشش کی طاقت زیادہ کیوں ہے ، اور دوسرے میں کم کیوں ؟ پھر پیدا ہونے میں تو کوشش نہیں چلتی ۔ ایک بچّہ مریض کیوں پیدا ہوتا ہے اور دُوسرا تندرست کیوں ؟ ایک امیر کے ہاں کیوں پیدا ہوتا ہے اور دُوسرا غریب کے گھر کیوں ؟ اس کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ پہلے جنموں میں جس نے جیسے کرم کئے ہیں ۔ اس جنم میں اُسے ویسے ہی بھوگ مل رہے ہیں ۔ پھر شکوہ و شکایت کیسی ؟ صبر و شکر کرنا چاہیئے ۔ واہ ! کیا ہی حیرت کا مقام ہے ۔

پراربدھ پہلے بنی ۔ پاچھے بنا شریر
تُلسی یہ اچرج ہے ۔ من نہیں باندھے دھیر

میرے دوستو ! فرض کرو کہ تمہارے پاس ایک لوٹا ہے ۔ اب کلسے میں سے اُس میں پانی بھرو ۔ یا کُنوئیں میں سے ، یا دریا میں سے یا سُمندر میں سے ۔ اُس لوٹے میں جتنی گنجائش ہے ، اُتنا ہی پانی سمائے گا ۔ کُنوئیں ۔ دریا اور سُمندر میں کتنا ہی پانی بھرا ہُوا ہو ۔ لوٹے کو اُس زیادتی اور کمی سے کیا

واسطہ ہے، وہ تو جہاں لے جایا جائے گا وہی سیر ڈیڑھ سیر پانی اُٹھائے گا۔ پس دُنیا میں مال و دولت بے قیاس ہُوا کرے۔ عزت و شہرت وغیرہ وغیرہ کے موقعے بے شمار ہلا کریں۔ تمہیں ان بے اندازہ خزانوں میں سے اُتنا ہی ملے گا، جتنے کے تم اہل اور قابل ہو۔ اِس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تم کرموں اور قسمت کے غلام بن کر بیٹھ جاؤ، اور ہاتھ پاؤں ہلانے چھوڑ دو۔ تمہیں جتنا کچھ ملتا ہے اسی کوشش سے ملتا ہے۔ لیکن باوصف کوشش بلیغ کچھ نہیں ملتا۔ تو تم کو یہ سمجھ کر قناعت کرنی چاہیئے۔ کہ میری پہلی کمائی اس لائق نہیں ہے۔ جو میرا ہے وہ مجھ سے کوئی چھین نہیں سکتا۔ مجھے ملے گا اور ضرور ملے گا۔ اور جو میرا نہیں ہے وہ مجھے نہیں مل سکتا۔ نہیں مل سکتا۔ پس میں صابر و شاکر ہوں۔ شکوہ و شکایت اور عجز و مایوسی سے اپنے من کو مضطرب نہیں کروں گا، بلکہ صبر و شکر کے ساتھ بیٹھا رہوں گا۔

اگر آدمی یہ حالتِ نفس بہم پہنچا لے، تو کیسی خوشی اور شانتی کی زندگی بسر ہو سکتی ہے۔ مگر دُنیا ہے کہ ہوا اور ہوس کے خیالات میں پریشان ہے لوگ ہیں، کہ مارے مارے پھرتے ہیں جدھر دیکھو، بے صبری ہے، بے قناعتی ہے، اشانتی ہے۔ ایک کو ایک دیکھ کر جلا مرتا ہے ایک کو ایک کھائے جاتا ہے۔ نتیجہ کیا ہے، ہیچ بالکل ہیچ۔ جب تک جیتے ہیں فکر و افکار، رنج و غم، بغض و حسد کے شکار رہتے ہیں۔ آخر ایک دن آتا ہے کہ نقارۂ کوچ پر چوب پڑتی ہے اور ناکام بے نیل مرام یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ کیا مرنے کے بعد ان کو سکھ اور شانتی نصیب ہوگی۔ تم خود سوچ سکتے ہو، کہ جن لوگوں کی زندگی اس کاوش و کاہش میں گزرے۔ اُن کا مرنے کے بعد کیا حال ہوگا، اور پھر جو یہ اس دُنیا میں آکر جنم لیں گے، تو آئندہ جنم کیسا ہوگا؟

اے لوگو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جب تم پیدا ہوئے تھے، تو کیا ساز و سامان ساتھ لائے تھے؟ بھائیو سوچو اور خوب سوچو، کہ جس طرح خالی ہاتھ دُنیا میں آئے تھے، اُسی طرح ایک روز یہاں سے خالی ہاتھ چلے جانا ہے۔

اے اہلِ ہوس مہر کا تم سے ہے سوال ؛ سوچا بھی ہے مال کا کبھی تم نے مآل
موت آئے گی ایک روز مر جاؤ گے ؛ لے جاؤ گے تھیلیاں نہ گٹھے پڑ ال

رہتے کیوں خوار اسفل و عالی ہیں ؛ سہتے کیوں بہر مال یا مالی ہیں
جب آئے تو دونوں ہاتھ خالی تھے ؛ جب جائیں گے دونوں ہاتھ پھر خالی ہیں

جب صورت حال یہ ہے تو حطام دنیوی یا ساز و سامان دنیوی کے بہم پہنچانے میں اتنی بے صبری اور بے قناعتی کیوں ہے؟ کیوں وقت عزیز اور عمر گرامی کو اُن چیزوں کے جمع کرنے میں صرف کر رہے ہو۔ جن میں سے ایک بھی ساتھ نہیں چلے گی۔ قناعت سے کام رکھو قناعت سے۔ امیر وہ

نہیں کہلاتا جس کے پاس روپیہ بہت ہے۔ امیر دل کے امیر کو کہتے ہیں۔ اگر ایک شخص کروڑپتی ہے اور اس ہوس میں مارا مارا پھرتا ہے، کہ روپے کے اور دو کوٹھے بھرلوں، تو میں اُس کو ٹکڑ گدا سے بدتر سمجھتا ہوں۔ اس کے برعکس ٹکڑ گدا دو روٹیاں مانگ کر لاتا ہے۔ صبر و قناعت سے بیٹھ کر کھاتا ہے۔ اور اس میں سے آدھی کسی اور غریب کو بھی دے دیتا ہے۔ تو حقیقت میں امیر یہ ہے۔ دُنیا میں دولت ہے تو بس قناعت۔ —— پس اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری زندگی خوشی اور شانتی کی زندگی ہو۔ طبیعت بے قرار و مضطرب نہ رہے۔ یکسوئی اور شانتی بہم پہنچے، تو ہوا و ہوس کے خیالات چھوڑ دو۔ ساز و سامان دنیوی کے پیچھے مارے مارے نہ پھرو۔ جو کچھ تھوڑا بہت پاس ہے، اُس پر صبر و قناعت کرو۔ اس سے من میں تسکین و طمانیت رونما ہوگی۔ شانتی جلوہ دکھائے گی۔ دھیان لگانے کی قابلیت بہم پہنچے گی۔ چت کے پرساد کا مرحلہ طے ہوگا۔ اور آخر سمادھی یا یوگ کے ادھکاری بنو گے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر آدمی سوچنے والا ہو، تو اُسے اپنے گرد و پیش قناعت کے وہ اسباب نظر آئیں گے، کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔

(باقی پھر)

مہاتما کبیر سے ایک جگیاسو کے سوال و جواب

از قلم پنڈت نوہریا رام روشن املوہ (نابھ)

جگیاسو :- مذہب کیا ہے؟
مہاتما جی :- پرماتما کو پہچاننے اور پرماتما کے بندوں سے بھلائی کرنے کا نام مذہب ہے۔

" :- مذہب میں کیا ہوتا ہے؟
" " :- ہر مذہب میں نیکیاں کرنے کی تاکید ہوتی ہے۔

" :- کیسا مذہب اچھا ہوتا ہے؟
" " :- جس میں سچائی، نیکی اور پیار کی تعلیم ہو۔

" :- درحقیقت غریب کون ہے؟
" " :- اصل میں غریب اور کنگال وہ ہے جس کے پلے نیکی نہ ہو۔

" :- پرماتما کے نیک بندے کی پہچان کیا ہے؟
" " :- جو پرماتما اور پرماتما کے بندوں سے پریم کرے۔

" :- دُنیا میں عزت کس کی ہے؟
" " :- ہُنرمند کی۔

" :- بے وقوف کون ہے؟
" " :- جو وقت کو ضائع کرے۔

" :- عقلمند کون ہے؟
" " :- جو مُصیبت کے وقت اپنے ہوش و حواس درست رکھے۔

" :- نصیحت کس کی سُننی چاہیے؟
" " :- جو نیک کاموں پر آمادہ ہو۔

" :- سچا دوست کون ہے؟
" " :- جو مُصیبت کے وقت کام آوے۔

" :- سب سے زیادہ سکھ دینے والی چیز کونسی ہے؟
" " :- نجات یا مُکتی

" :- سب سے برا زہر کون سا ہے؟
" " :- لوبھ اور لالچ

دل میں نہاں دیکھا

از حضرت سیفؔ صاحب موانوی

پھریں تھے ڈھونڈتے جس کو اُسے دل میں نہاں دیکھا
وُہی تو ہے جو جلوہ از زمیں تا آسماں دیکھا

صدا جو کان میں آئی اُسی کی لحن دلکش تھی
وُہی رنگ سخن پایا وُہی طب اللساں دیکھا

نہ آیا کام یونس کی طرح کوئی مصیبت میں
کہ ماہی کے شکم میں بھی اُسی کو مہرباں دیکھا

نبھانا دوستی کا کوئی اُس سے سیکھ لے مل کر
بُروں کا بھی بھلا پایا نہ ایسا دلستاں دیکھا

ہمارا حال سارا منکشف ہے ذات پر اُس کی
وہ دانا اور بینا ہے نہ ایسا رازداں دیکھا

وُہی آیا نظر جب چشمِ باطن ہو گئی روشن
مکیں دیکھے مکاں دیکھا زمیں دیکھی زماں دیکھا

وہ ہر دم دل میں ہے دیر و حرم والے کہے جائیں
اِدھر ہوگا اُدھر ہوگا یہاں دیکھا وہاں دیکھا

اُسی کو پھول میں پایا برنگِ حسن و بو ہم نے
اُسی کو بن کے بلبل درد سے گریہ کناں دیکھا

بہت جانو جوشن کر صرف لفظِ آفریں کہہ دے
کوئی دانا بھی ہم نے نہ وقارِ خوش بیاں دیکھا

اصلی و نقلی دولت

امریکہ کے مشہور مہاتما مسٹر سینڈر لینڈ کے زرین خیالات

(مترجمہ ملک اوتم چند جی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی)

انسانی زندگی کے لئے ایسی مفید چیزیں بہت تھوڑی ہیں، جو نقدی سے خریدی جا سکتی ہیں۔ اور وہ چیزیں بکثرت ہیں۔ جو زندگی کو پُر لطف اور قابلِ قدر بنا دیتی ہیں۔ مگر مفت ملتی ہیں اور اُنہیں غریب اور امیر یکساں طور پر حاصل کر سکتے ہیں

میں نے یہ بات اور کہیں اس طرح صاف طور پر نہیں دیکھی جیسی کہ اس عجیب اور مشہور تحریر میں دیکھی ہے۔ جو تھوڑا عرصہ ہُوا۔ میرے ہاتھ لگ گئی تھی۔ یہ تحریر "ایک پاگل آدمی کی آخری وصیت" کے نام سے مشہور رہی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ایک شخص مسمی چارلس لاؤنسبری کی تحریر تھی۔ وہ ایک وکیل تھا اور پاگل ہو کر نہایت مفلسی کی حالت میں ۱۹۰۵ء میں فوت ہُوا۔

یہ وصیت دولت کی حقیقی اہمیت کے متعلق لاثانی اثر و قوت سے ایک عمدہ سبق سکھاتی ہے۔

وصیت:۔ "میں چارلس، لاؤنسبری بصحت دل و دماغ و حافظہ تحریر ہذا اپنی آخری وصیت تحریر و مشتہر کرتا ہوں تاکہ اس کی رُو سے دُنیا میں میری جائداد کو آنے والی نسلوں میں تقسیم کیا جاوے۔"

چونکہ میری جائداد کا وہ حصہ جو قانون اور مجلد کتابوں کی رُو سے میری جائداد سمجھا جاتا ہے۔ بہت تھوڑا اور ناقابلِ غور ہے۔ اس لئے میں اس کے متعلق کچھ نہیں لکھتا۔ لیکن اس کے علاوہ باقی جو کچھ میرا دُنیا میں ہے۔ اُس کے متعلق وصیت کرتا ہوں:۔

مد نمبر ۱۔ میں تمام نیک والدین کو اُن کے بچوں کے واسطے تمام اچھے چھوٹے تعریفی اور حوصلہ افزا الفاظ اور تمام [illegible] پیارے پیارے نام دیتا ہوں۔ اور میں مذکورہ والدین کو ہدایت کرتا ہوں، کہ وہ ان کو بروقت [illegible] فیاضانہ طور پر اپنے بچوں کی ضروریات کے مطابق استعمال کریں۔

مد نمبر ۲۔ میں بچوں کے لئے [illegible] اُن کے بچپن کے زمانہ کے واسطے تمام کھیتوں کے پھول اور جنگلوں کے شگوفے چھوڑتا ہوں کہ دن بھر اُن میں آزادانہ طور پر کھیلیں۔ جیسا کہ ان کے رواج اور دستور

اجازت دیں۔ لیکن میں ان کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ کانٹوں اور کانٹے دار جھاڑیوں سے بچے رہیں۔ نیز میں بچوں کو ندی نالوں کے کنارے اور پانی کے نیچے کی سنہری ریت اور اس گھاس کی خوشبو جو اس پانی میں ڈوبی رہتی ہے۔ اور سفید سفید بادل جو دیوہیکل درختوں کے اوپر پھرتے رہتے ہیں۔ دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں ان بچوں کو ہزاروں طریق حظ اٹھانے کے لئے لمبے لمبے دن اور راتیں، چاند اور سلسلہ کہکشاں دیتا ہوں۔ لیکن اس امر کا خیال رہے، کہ ان چیزوں پر جو حقوق عاشق طبع لوگ رکھتے ہیں، وہ برابر قائم رہیں گے۔

مد نمبر ۳۔ میں تمام لڑکوں کو مشترکہ طور پر تمام کھیتوں و میدان ہائے شاملات کے استعمال کے حقوق دیتا ہوں۔ جہاں وہ گیند وغیرہ کھیل سکتے ہیں۔ تمام خوشگوار پانی جہاں وہ تیر سکتے ہیں۔ تمام برف سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں جن کے دامن میں وہ رہ سکتے ہیں۔ تمام نالے اور تالاب جہاں وہ مچھلیاں پکڑ سکتے ہیں، یا جب سخت سردی پڑے تو برف پر کھیل سکتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ اُن کے لڑکپن کے زمانے تک ہی اُن کی ملکیت رہے گی۔ اس کے علاوہ میں اُن کو تمام چراگاہیں بمعہ دوب کے شگوفوں اور تیتریوں کے دیتا ہوں۔ جنگل بمعہ ان کے لوازمات مثلاً گلہریاں، پرندے اور صدائے گوناگوں و دیگر عجیب عجیب آوازیں اُن کو دیتا ہوں اور وہ اُن تمام مقامات پر جا سکتے ہیں، جو دور دور ہوں اور جہاں پر اُنہیں کئی مہمات پیش آ سکیں۔ نیز میں اُن مذکورہ لڑکوں کو حق دیتا ہوں کہ ان میں سے ایک رات کے وقت اپنے گھر میں اپنی انگیٹھی کے پاس بیٹھے ہوئے اُن تمام خیالی نظاروں کا جو جلتی ہوئی لکڑیوں پر دیکھنے سے اُن کے دل میں پیدا ہوں بغیر کسی قسم کی رکاوٹ یا فکر کے پورا پورا لطف اٹھاویں۔

مد نمبر ۴۔ عاشق مزاج لوگوں کے لئے اُن کی خیالی دنیا چھوڑتا ہوں۔ جس طریقہ سے وہ چاہیں آسمان کے ستاروں، دیواروں کے پاس پاس اُگنے والے سرخ گلاب کے پھولوں، پھول دار جھاڑیوں، میٹھے میٹھے گیتوں اور راگنیوں سے جس طرح سے چاہیں، حظ اٹھائیں، اور ایک دوسرے کے آگے اپنی محبت کی خوبی و پائیداری ظاہر کریں۔

مد نمبر ۵۔ تمام نوجوانوں کے لئے مشترکہ طور پر تمام مقابلہ کی جوشیلی اور زندگی بخش کھیلیں ورثہ میں چھوڑتا ہوں، اور ہر کمزوری کے لئے دلی نفرت اور ہمیشہ اپنی طاقت پر بے خوف بھروسہ میں ان کو دیتا ہوں۔ گو وہ اجڈ اور ناتراشیدہ ہوتے ہیں۔ تاہم میں اُن کو ہمیشہ قائم رہنے والی دوستی بنانے کی طاقت دیتا ہوں، اور تمام خوشی سے بھرے ہوئے گیت اور بہادری کے ترانے جو پُر زور اور بلند آواز سے گائے جاتے ہیں۔ محض اُنہی کے لئے چھوڑتا ہوں۔

مد نمبر ۶۔ اُن لوگوں کے لئے جو اب نہ بچے ہیں نہ جوان اور نہ عاشق مزاج ہیں۔ پرانے حالات کو یاد کرنے کے لئے قوت حافظہ چھوڑتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ اُن کے لئے برنز اور شیکسپیئر و دیگر

شعرا کی تصانیف چھوڑتا ہوں، تاکہ وہ پرانے زمانے کو آزادانہ اور پورے طور پر بغیر کسی قسم کی کمی کے یاد کر سکیں۔

مد نمبر ۷۔ اپنے ان پیاروں کے لئے جن کے سر سفید ہو گئے ہیں۔ میں بڑھاپے کی خوشی اور ان کے آخر دم تک اُن کے بچوں کی محبت اور شکر گذاری کی راحت ورثہ میں دیتا ہوں۔"

یہ اُس دن کی بات ہے۔ جبکہ میں ایک آدمی کا حال پڑھ رہا تھا۔ جو لندن بھر میں سب سے زیادہ خوش اور مبارک خیال کیا جاتا تھا۔ وہ کون تھا۔ کیا کوئی کروڑپتی تھا۔ نہیں کیا وہ امیرانہ طبقہ کا کوئی فرد تھا۔ نہیں۔ کیا وہ کوئی ایسا شخص تھا، جسے ہر قسم کا آرام اور عیش و عشرت میسر تھا۔ نہیں۔ بلکہ وہ ایک محنتی مشقت کش آدمی تھا۔ جس کی بہت معمولی آمدنی تھی، اور ایک چھوٹے سے دو کمروں والے مکان میں رہتا تھا۔ اُس کی بیوی بیمار رہتی تھی۔ جو ۲۶ سال تک کمرہ میں اپنے بستر پر پڑی رہی جبکی اس تمام عرصہ میں وہ پوری پوری خدمت کرتا رہا۔ اور اپنے گھر کا تمام کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرتا رہا۔ اُس کا گھر اُس کے لئے نہایت قیمتی تھا۔ کیونکہ اُس کی بیوی اُس گھر کی مرکز، روشنی اور خوشی تھی۔ صبح کے وقت سویرے اُٹھتا تھا۔ دو آدمیوں کے لئے ناشتہ تیار کرتا تھا۔ رکابیاں دھوتا تھا، کمروں کو صاف کرتا تھا، اپنی بیوی کی ضروری خدمت کرتا تھا، اور اس کے لئے دوپہر کا کھانا اُس کے بستر کے پاس رکھ دیتا تھا، اور پھر اپنے دن کے کام پر چلا جاتا تھا۔ رات کو جب اُس کا کام ختم ہو جاتا تھا۔ خوشی سے بھرے ہوئے قدموں کے ساتھ وہ جلدی جلدی اپنی بیوی کے پاس واپس آتا تھا۔ جس کی مسکراہٹ اُس کے لئے بہشت سے بڑھ کر تھی اور اُس کی اور بھی زیادہ خدمت کرنے کے شوق سے اُس کا دل بھرا ہوا ہوتا تھا، اور وہ خیال کرتا تھا کہ اُس کو کتنا ہی معاوضہ مل جاتا تھا جب وہ اپنی بیوی کی خوشی و آرام میں کچھ تھوڑا سا اضافہ کر سکتا تھا۔ ۲۶ سال تک یہی حالت رہی، اور خاوند نے کبھی شکایت نہ کی، اور نہ اپنی تمام تکلیف سے (جسے دوسرے لوگ تکلیف اور مصیبت خیال کرتے ہیں) کبھی تھکاوٹ محسوس کی۔ بلکہ اُسے عین راحت خیال کرتا تھا۔ کیونکہ وہ محبت سے متحرک ہو کر سب کچھ برداشت کرتا، اور اُس کی بیوی گو ہر وقت بستر پر سوار رہتی تھی۔ تقریباً اُتنی ہی خوش رہتی تھی، جتنا اُس کا خاوند۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ دونوں خوش تھے۔ کیونکہ وہ دونوں اس پاک اور بے غرضانہ محبت کی قیمتی دولت سے مالا مال تھے۔ جس کی بابت دنیا کچھ نہیں جانتی۔ اگر لندن میں کسی لکھ پتی کو کبھی اس سے نصف خوشی محسوس ہوتی ہو، جو وہ محسوس کرتے تھے۔ تو اس کی وجہ یہی ہوگی کہ اس کے پاس روپیہ کے علاوہ کوئی اور دولت ہوگی۔ آؤ ٹھیک ٹھیک معلوم کریں، کہ وہ دولت کیا ہے؟ یسوع مسیح اس کا ٹھیک جواب دیتے ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں، کہ اُس آدمی کو کیا فائدہ ہوگا۔ جو تمام دنیا پر تسلط حاصل کرے، مگر اپنی آتما کو کھو بیٹھے حضرت

محمدؐ بھی اسی سوال کا جواب دیتے ہیں کہ انسان کی سچی دولت وہ نیکی ہے، جو وہ دُنیا میں کرتا ہے۔ جب وہ مرے گا، تو دوسرے انسان دریافت کریں گے کہ وہ کتنی دولت پیچھے چھوڑ گیا۔ لیکن فرشتے پوچھیں گے۔ کہ تو نے کتنے نیک اعمال اپنے سے پہلے بھیجے ہیں۔

حقیقی دولت وہ ہے۔ جو انسانی زندگی کو گہرا، وسیع، شاداب اور اعلےٰ بناتی ہے۔ اس کے سوائے اور کچھ بھی نہیں۔ حقیقت بین آنکھ دولت ہے۔ علم موسیقی سے واقف کان دولت ہے۔ بیدار دل دولت ہے۔ علم دولت ہے۔ صحت اور طاقت دولت ہے۔ اُمید دولت ہے۔ دلیری دولت ہے۔ نیک اعمال دولت ہیں۔ عزت، دیانتداری اور بے داغ چلن بڑی دولت ہیں۔ رضائے ایزدی پر مشتمل قوت ارادہ قیمتی دولت ہے۔ محبت وہ دولت ہے۔ جو لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی۔ ان کی عدم موجودگی مفلسی ہے۔ چاہے انسان کے پاس وہ دولت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، جسے ظاہرا طور پر دولت کہا جاتا ہے۔

تیرا شیدا

از قلم حکیم چاندی رام جی مسرور

تیرا شیدا کسی صورت پہ مائل ہو نہیں سکتا
تیرا پُر نور جلوہ جس کی آنکھوں میں سمایا ہے
کسی کے تیر مژگاں کا وہ گھائل ہو نہیں سکتا
عمل پیرا صداقت پر کوئی جب تک نہ ہو جائے
جہاں کے عیش و عشرت پر وہ مائل ہو نہیں سکتا
جسے حاصل ہوا گنج قناعت تیری رحمت سے
اسے اک آن تیرا قرب حاصل ہو نہیں سکتا
جو تجھ کو چھوڑ کر دُنیا کا دامنگیر ہوتا ہے!
غنی ہے وہ کسی کے در کا سائل ہو نہیں سکتا
نہ دیکھے جلوہ گر جو اپنے دل میں تیرے جلوے کو
کبھی اپنے مقاصد میں وہ کامل ہو نہیں سکتا
تو اول ہے تو آخر ہے۔ تو ظاہر ہے تو باطن ہے
وہ مشرک ہے کبھی وحدت کا قائل ہو نہیں سکتا
ہے تجھ میں ساری دُنیا اور تو ہے ساری دُنیا میں
یہی ایمان ہے میرا۔ جو باطل ہو نہیں سکتا
نہ سمجھا جس نے یہ نکتہ۔ وہ کامل ہو نہیں سکتا

مقلد ہو کے میر کاروانِ منزل حق کا
کبھی مسرور تو گم کردہ منزل ہو نہیں سکتا

"میں خوش ہوں"

مہاتما شوبرت لال جی

اکثر لوگ مجھ سے سوال کرتے ہیں "تم کیوں اس طرح خوش رہتے ہو؟ اس خوشی کا باعث کیا ہے؟ ایسی خوشی دوسروں کی قسمت میں کیوں نہیں؟" ——— میں جواب دیتا ہوں اور جواب بہت سہل اور سیدھا سادہ ہے۔ (۱) میں اس واسطے خوش ہوں کہ خوشی کے سوا اور کوئی میرا ساتھی نہیں ہے۔ (۲) میرے خوش رہنے کا باعث یہ ہے کہ میں نے خوشی ہی کو اپنا ساتھی بنایا ہے۔ (۳) اوروں کی قسمت میں اور چیزیں بھی ہیں۔ میری قسمت میں خوشی ہی خوشی ہے۔ ——— لیکن اس سہل مختصر جواب کو کم تر لوگ سمجھیں گے۔ دنیا ایسی ہی ہے۔ وہ سہل اور اختصار کی طرف توجہ نہیں کرتی۔ مشکل اور طوالت کی جانب مائل رہتی ہے۔ ——— خوشی اختصار اور آسان میں ہے۔ مشکل اور طوالت میں دِقّت اور پریشانی ہے۔ اگر خوشی چاہتے ہو، تو آسان گیر اور اختصار گیر ہو جاؤ۔ اور اگر دُکھ چاہتے ہو، تو سخت گیر اور طوالت پسند بنے رہو۔ سُکھ اور دُکھ کا فیصلہ اِن چھوٹے جملوں میں ہے۔

جس شخص کے پاس بوجھ کم ہوتا ہے، وہ سفر میں ہلکا رہتا ہے۔ جس کے پاس زیادہ ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت مصیبت میں پڑا رہتا ہے۔ ریل میں سفر کرتے وقت اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ زیادہ ساز و سامان زیادہ توجّہ چاہتا ہے۔ معمولی چیزیں معمولی توجّہ چاہتی ہیں۔

ساز و سامان کا مقصد صرف آرام اور خوشی ہے۔ لیکن ان کی زیادتی خوشی کی دشمن ہے۔ دولت مند زیادہ دُکھی ہے۔ کیونکہ دولت کا بوجھ اُس کی گردن کو نیچا کر رکھتا ہے۔ مفلس اس سے کم دُکھی ہے۔ کیونکہ اس کے ذمّہ نگرانی کا کام نہیں ہے۔ درمیانی حیثیت کا آدمی بشرطیکہ وہ افراط و تفریط سے بچتا رہے۔ اور صرف ضروری ضروری سامان کا خیال رکھے تو اُسے دُکھ نہ ہوگا۔ سُکھ اعتدال پسندی میں ہے۔

عالم زیادہ دُکھی رہتا ہے۔ کیونکہ اس نے خیالات کا بار سر پر اُٹھا رکھا ہے۔ جاہل اس سے کم دُکھی ہے۔ کیونکہ اُسے اس قدر فکر نہیں رہتی۔ فکر کا تعلّق عقل اور علم سے ہے لیکن دُکھی یہ بھی ہے۔ یہ عالم، عاقل اور پڑھے لکھے ہوئے لوگوں کو ترجیحی نظر سے دیکھنے کا عادی ہے لیکن جس شخص نے صرف ضروری اور کار آمد معلومات تک اپنے علم اور عقل کو محدود کر رکھا ہے۔ اور اُن کی حیثیت کو سمجھ گیا ہے۔ وہ نسبتاً زیادہ سُکھی رہتا ہے۔ میں نے اچھی طرح ذہن نشین کر لیا۔ یہ زندگی بھی سفر ہے۔ اور میں دنیا میں مسافرانہ آیا ہوں۔ اس سفر کا لطف مجھے مل رہا ہے۔ بوجھ سے ہلکا ہوں۔ فکر و تردّد سے آزاد ہوں۔ پھر اگر مجھے خوشی نہ ملے، تو اور کسے ملے!

"آیا مسافرانہ! مہمان ہوں جہاں میں
جانا ہے۔ جاؤں گا میں دِل دوں کسے یہاں میں"

مُصیبت

جب مُصیبت آتی ہے تو اپنے ہی بیگانے ہو جاتے ہیں۔ استری، پُتر اور نزدیکی رشتہ دار بھی مدد نہیں کر سکتے۔ ایک مُصیبت آتی ہے تو اُس کے ساتھ بہت سی مصیبتیں اور بھی آجاتی ہیں۔ جب دھن جاتا ہے، تو مقدمات اور شریرک روگ بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ گویا بیماری، ناداری اور مُقدمہ۔ یہ تینوں اکٹھی ہی آجاتی ہیں۔ ایسی ناگفتہ بہ حالت میں سوائے ایشور بھگتی کے اور کوئی سادھن کارگر نہیں ہوتا۔ جب یہ گرہ چکر دامنگیر ہوں۔ اُس وقت اِنسان کوئی نیا کام شروع نہ کرے، ورنہ نُقصان ہوگا۔ اِس جنم کے کرموں کے علاوہ جنم جنمانتر کے کرم، اپنا پھل دینے کے لئے اُپستھت (نمودار) ہو جاتے ہیں۔ سونا مٹی بن جاتا ہے۔ متر دُشمن بن جاتے ہیں۔ معمولی روگ بھی بہت بھیانک ثابت ہوتا ہے۔ اچھی دوائی بھی اُلٹا اثر کرتی ہے۔ انجکشن جو دُوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ وُہی تجربہ کار اور لائق ڈاکٹروں سے لگوانے پر بھی موت کا کارن ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے دھرم شاستر اور دیگر مذاہب کی کُتب مقدسہ بار بار ہدایت کرتی ہیں، کہ اے اِنسان ہمیشہ نیک اعمال کر۔ بُری سنگت مت کر۔ بُرے کرموں سے پرہیز کر کیونکہ معمولی سے معمولی کرم بھی پھل دیئے بغیر نہیں رہتا۔ کچھ تو ایسے کرم ہیں۔ جن کا پھل اسی جنم میں مِل جاتا ہے۔ اور کچھ ایسے ہیں، جن کا پھل جنم جنمانتروں میں جا کر بھوگنا پڑتا ہے۔ یہ قانونِ قدرت ہے۔ اِس کو کوئی جُھٹلا نہیں سکتا۔

اگر پرماتما نے تمہیں تندرستی بخشی ہے تو مریضوں اور اپاہجوں کی تن من اور دھن سے سیوا کر۔ اگر پرماتما نے تمہیں دھن دولت دی ہے، تو غریبوں کی مدد کر، دھارمک کاموں میں صرف کر اور دھرم کے پرچار میں لگا۔ شروتری برہم نیشٹھی مہاتماؤں کی سیوا کر۔ اُن کو دھن دے۔ تاکہ وہ برہم ودیا کا پرچار کر سکیں ———— برہم ودیا ہی اصل ودیا ہے۔ دیگر سب ودیائیں پیٹ پوجا کے لئے ہیں۔ اِس سے تچھ ہیں۔ برہم ودیا ہی سے جنم مرن کا دُکھ دُور ہو سکتا ہے۔ اس لئے برہم ودیا ہر منش کے لئے ضروری ہے۔

اِنسان کے پانچ دُشمن ہیں۔ کام، کرودھ، لوبھ، موہ اور اہنکار۔ سب دُکھوں اور مصیبتوں کا کارن بھی پانچ ہیں۔ جب اِن کا بُدھی پر تسلط ہو جاتا ہے، تو بُدھی بھرشٹ ہو جاتی ہے۔ لاکھوں کروڑوں کے ہوتے ہوئے بھی اِنسان لوبھ اور لالچ میں پڑ جاتا ہے۔

لوبھ سے ترشنا اُتپن ہوتی ہے اور ترشنا سے منش اس لوک میں تتھا پرلوک میں دُکھ پاتا ہے۔ جو دھن کا لوبھی ہے۔ اسنتوشی (جس کو صبر اور قناعت نہیں) چنچل چت والا۔ اندریوں کے وش میں رہنے والا۔ ایسے شخص کو سب آپتیاں (مصیبتیں) گھیر لیتی ہیں۔

مایا ویکھ نہ بھُل توں۔ من مُکھ مُورکھا
چلدیاں نال نہ چلئی سب جھُوٹ دربھ لکھا (گوربانی) محلہ ۳

جن گڑھ کوٹ کیئے کنچن کے چھوڑ گیا سوراون (بانی کبیر جی)

رام سمر پچھتائیں گا من۔ پاپی جیوڑا لوبھ کرت ہے۔ آج کل اُٹھ جائیں گا۔
لالچ لاگے جنم گنوایا۔ مایا بھرم بُھلائیں گا
دھن جوبن کا گرب نہ کیجے۔ کاگد[1] جیوں گل جائیں گا
جو جم آئے کیس گہہ پٹکے تا دن کچھو نہ بسائیں گا
سمرن بھجن دیا نہیں کینی۔ تو مُکھ چوٹاں کھائیں گا
دھرم رائے جب لیکھا مانگے۔ کیا مُکھ لے کے جائیں گا
کہت کبیر سُنو رے سنتو۔ سادھ سنگت تر جائیں گا

[1] کاغذ

جن کا من سنتشٹ ہے۔ در اصل وُہی امیر ہے۔ جیسے جس کے پاؤں میں جُوتا ہے۔ اُس کیلئے مانو سب پرتھوی ہی چمڑے سے ڈھکی ہُوئی ہے۔ سنتوش رُوپی امرت سے ترپت شانت چت والوں کو جو سُکھ ہے، وہ سُکھ دھن کے لوبھ سے اِدھر اُدھر دوڑنے والوں کو کہاں ہوسکتا ہے۔ لوبھ ہی پاپوں کا مُول ہے۔ اِس لئے جو انسان چاہتا ہے کہ اُس کے پاس مصیبتیں نہ آویں۔ اُس کو صبر و قناعت سے جیون ونیت کرنا چاہیئے اور لوبھ لالچ کو پاس نہیں آنے دینا چاہیئے۔ زیادہ دھن دُکھ کا ہی کارن بنتا ہے۔ اس سے اہنکار آجاتا ہے اور انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ گورو مہاراج نے فرمایا ہے۔

"مایا دھاری اندھا بولا"

تیسری پادشاہی گورو امر داس جی نے اہنکار کے متعلق کیسا سُندر شبد اُچارن کیا ہے۔ ــ

سُورے اِیہہ نہ آکھیے اہنکار مرے دُکھ پاوے
اندھے آپ نہ پچھانتی۔ دُوجے پچ جاوے
اَت کرودھ سیوں لُوجھدے۔ اگے پچھے دُکھ پاویں
ہر جی اہنکار نہ بھاوئی۔ ویدکوک سُناویں
اہنکار موئے سے وگتی گئے۔ مر جنمے پھر آویں

ستگور ارجن دیو جی نے امیر اور غریب کے چت کا توازن کیسا سُندر شبدوں میں کیا ہے۔ جو کہ آب زر

سے لکھنے کے قابل ہے، اور حقیقت پر مبنی ہے۔

مایا دھاری۔ محلہ ۵ ——— سُندر سیج انیک سُکھ رس بھوگن پورے
گرِہ سوِاِن چندن سُگندھ لائی موتی ہیرے
مَن اِچھے سُکھ مان دا۔ کچھُو نا ہیں وِسُورے
سو پربھ چِت نہ آوہی۔ وِشٹا کے کیڑے
بِن ہرنام نہ شانت ہوئے کِت بِدھ مَن دھیرے

بھاو ارتھ ——— جن امیر لوگوں کو ہر طرح کے سنساری آرام مُیسّر ہیں۔ کھانے پینے اور سونے کے لئے سب پدارتھ مِل رہے ہیں۔ اُن کے گھر بڑے سُندر اور انیک پرکار کی خوشبوؤں سے معطر ہو رہے ہیں۔ اُن کی منوں کامنائیں پُورن ہو رہی ہیں، اپنی مرضی کے مُطابق ہر پرکار کے سُکھ پراپت ہیں۔ کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ مُنہ مانگی چیزیں مِل رہی ہیں۔ ایسے لوگوں کو پرماتما کی یاد نہیں آتی، اور وہ کیڑے مکوڑوں کی طرح ہی اپنا منش جنم رائیگاں گنوا رہے ہیں۔ گورو مہاراج نے ایسے مایا پرست اور مایا دھاری لوگوں کو وِشٹا یعنی گندگی کے کیڑے سے تشبیہ دی ہے۔ بھلا پرماتما کے نام کو چھوڑ کر بھی کسی کو شانتی اور سُکھ مِل سکتا ہے، ہرگز نہیں۔

تیاگی مہاتما کے چِت کی اوستھا کا ورنن گورو مہاراج مندرجہ ذیل واک سے کرتے ہیں:-

محلہ ۵ ——— بستا ٹُوٹی جھوپڑی چیر سب چھِنّا
جات نہ پات نہ آدرو اُدیان بھرمنّا
متر نہ اِیٹھ دھن رُوپ ہین کچھُو ساک نہ سِنّا
راجہ سگلی سرِشٹ کا ہرنام مَن بھِنّا
تِس کی دھُوڑ مَن اُدھرے پربھ ہوئے سُو پرسنّا

بھاو ارتھ:- ایک مہاتما (فقیر) جو ایک ٹُوٹی پھُوٹی جھونپڑی میں نواس کرتا ہے، اور ایسی گودڑی کو جسم پر اوڑھے ہوئے ہے، جو کہ پھٹی پُرانی ہے۔ وہ ذات پات کے بندھنوں سے بھی آزاد ہے، اور دوِی جاتی (براہمن کھشتری، ویش) کے ابھیمان سے رہت ہے۔ اِس لئے بھی اُس کا لوگوں میں آدر اور مان نہیں ہے۔ اُس کا اِشٹ متر بھی نہیں۔ وہ دھن، تندرستی، رُوپ، رنگ وغیرہ سے رہت ہے۔ اُس کا کوئی سمبندھی رِشتہ دار بھی نہیں۔ باوجود اِن سب ترُٹیوں (خامیوں) کے وہ تمام سرِشٹی کا راجہ کہلانے کے یوگیہ ہے۔ گویا سنساری راجے اُس کے خاکِ پا کے بھی برابر نہیں ہیں۔ وجہ یہ کہ اُس کا مَن پرماتما کی بھگتی اور گیان سے بھرپُور ہے۔ ایسے مہاپُرش کے پاؤں کی دھُول اگر پراپت ہو جاوے تو مَن کے تمام وِکار ختم ہو جاویں اور بھگوان کی اسیم پرسنتا مُیسّر ہو جاوے۔

ایک اور مہاتما نے بھی ایک ویراگ وان اور پورن تیاگی کی مانسک اوستھا کا اس طرح ورنن کیا ہے۔ ۵

سات گانٹھ کوپین کی کبھی نہ مانیں شنک
رام امل ماتا پھرے۔ گنے اندر کو رنک

ارتھ:۔ ایسا مہاتما جس کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں اور جسکی کوپین بھی پھٹی پرانی ہے۔ اور اس کو کئی گانٹھیں لگی ہوئی ہیں، لیکن اس کو مطلقاً اس ناداری کا احساس نہیں ہوتا۔ وہ تو بھگوان کے انیہ پریم میں مست و بے خود ہے۔ وہ دیوتاؤں کے راجہ اندر کو بھی ایک رنک سے زیادہ وقعت نہیں دیتا۔

نہ جانے کیوں؟

حکیم ریمل داس جی مضطر

یہ جان کے، سب کچھ فانی ہے۔ دولت اک بہتا پانی ہے
سب رشتہ رام کہانی ہے۔ دو دن کی قصہ خوانی ہے
پھر بھی میں الجھا رہتا ہوں۔ ان باتوں میں نہ جانے کیوں؟

یہ جان کے، میرا کچھ بھی نہیں۔ سب رہ جائیگا یہیں کا یہیں
اک تنکا بھی جا سکتا نہیں۔ دل میں رہتا ہے پختہ یقیں!
پھر بھی میں الجھا رہتا ہوں۔ ان باتوں میں نہ جانے کیوں؟

یہ جان کے، پیار بھی جھوٹا ہے۔ گل جھوٹا خار بھی جھوٹا ہے
بے زر زردار بھی جھوٹا ہے۔ دشمن دلدار بھی جھوٹا ہے
پھر بھی میں الجھا رہتا ہوں۔ ان باتوں میں نہ جانے کیوں؟

یہ جان کے جسم فنا ہوگا۔ میں ہوں گا دست قضا ہوگا
کچھ پتہ نہیں پھر کیا ہوگا۔ جب سب رشتوں سے جدا ہوگا
پھر بھی میں الجھا رہتا ہوں۔ ان باتوں میں نہ جانے کیوں؟

یہ جان کے آخر کو ہے فنا۔ مضطر نے کہا جو ٹھیک کہا
آنا جانا رہتا ہے سدا۔ کوئی آئیگا کوئی جائیگا
پھر بھی میں الجھا رہتا ہوں۔ ان باتوں میں نہ جانے کیوں؟

سنکٹ

دُور کرنے کے اُپائے

گورو نانک صاحب نے فرمایا ہے :۔

نانک دُکھیا سب سنسار ۔ سو سُکھیا جس نام آدھار

یعنی دُنیا میں سب لوگ دُکھی ہیں ۔ اُدھیاتمک ، ادھی دیوک ، ادھی بھوتک دُکھ ۔ گویا تینوں تاپ سنساری منشوں کو لگے ہوئے ہیں ۔ اِن سے چھُوٹنا محال ہے ۔ البتہ جس شخص نے ست چت آنند سروپ پرم برہم پرمیشور کو ہی اپنی زندگی کا آدھار بنا لیا ہے ۔ یعنی جو پرماتما (واہگورو) کی شرن میں آگیا ہے ، وُہی پرم سُکھ کا انُو بھو کر سکتا ہے ۔

دین دیال وِرد سمبھاری ۔ ہرہُو ناتھ مم سنکٹ بھاری

دُکھیوں پر دیا کرنا بھگوان کا سوبھاؤ ہے جو کبھی اُس کی شرن لیتا ہے اُس کے دُکھ دُور ہو جاتے ہیں ۔

منگل بھوّن امنگل ہاری ۔ دَرَوہو سو دشرتھ اجر وِہاری

ہے بھگوان رام ۔ دشرتھ کے آنگن میں کھیلنے والے ۔ آپ امنگلوں (مصیبتوں) کو دُور کرنے والے ہیں اور منگلوں (سُکھ اور شانتی) کو دینے والے ہیں ، مجھ پر کرپا کرو ۔

بار بار ور مانگھوں ۔ ہرش دیہو شری رنگ ، (لکشمی پتے)

پد سروج ان پائینی ۔ بھگتی سدا ست سنگ

ہے بھگوان میں آپ سے بار بار یہی ور مانگتا ہوں کہ مجھے آپ کے چرن کملوں کی اچل بھگتی اور آپ کے بھگتوں کا ست سنگ سدا پراپت ہو ۔ ہے لکشمی پتے ! ہرشت (پرسن) ہو کر مجھے یہی دیجئے ۔

منتر ــــــ شری کرشنائے واسو دیوائے ہرے پرماتمنے

پرنت کلیش ناشائے ۔ گووندائے نمو نمہ

میرے سنکٹ کٹ مُراری ۔ میرے سنکٹ کٹ مُراری

<u>مہان روگ دُور کرنے کا منتر اَور یَنتر</u>:۔ (از یوگ واشِشٹ (ہندی) حِصّہ اوّل، صفحہ ۳۲۲۔ اُتپتی پرکرن۔ دِشُوچکا وِہار ورتن)

شری برہماجی کا بنایا ہُوا منتر۔ یہ منتر اِندر اور سِدھوں نے شروع کیا تھا اور اُنہوں نے اِس کو سِدھ کیا۔ یہ ٹُونا، جادُو اور سایہ وغیرہ دُور کرنے کا مہان منتر ہے:۔ سو

اُونگ ہریِنگ ہرانگ۔ رینگ رانگ وِشنُو شکتیئے نمہ
اُونگ نمو بھگوتی وِشنُو شکتی میناںگ
اُونگ ہَر ہَر نئے نئے پچ پچ متھ متھ
اُتسادہ دُورے کُرُو سواہا
ہِمونت گچھ جیو ساہ ساہ۔ چندر منڈل گتو اسی سواہا

ॐ ह्रीं ह्रां रीं रां विष्णु शक्तये नमः ।।ॐ नमो भगवति विष्णु
शक्ति मेनां ।ॐ हर हरः नय नय पच पच मथ मथ उत्सादय
दूरे कुरु स्वाहा ।
हिमवंत गच्छ जीव सः सः चन्द्रमण्डल
गतोऽसि स्वाहा ।।

دھیان:۔ روگی یہ خیال کرے، کہ وہ چندرما کے منڈل اُمرت کُنڈ میں بیٹھا ہُوا ہے اور روگ دُور ہو رہا ہے۔ —— اِس منتر کو لکھ کر منتر جاننے والا اپنے بائیں ہاتھ میں باندھ لے اور بائیں ہاتھ داہنے ہاتھ میں لگائے ہوئے داہنے ہاتھ سے منتر پڑھتا ہُوا شُچی (پوتر ہو کر) روگی کا مارجن کرے۔ سب روگ دُور ہو جاویں گے۔

<u>مرتیُنجے منتر</u>:۔ سب روگوں اور کشٹوں کو دُور کرتا ہے:۔ سو

اونگ تریمبکنگ یجا مہے سوگندھیم پشٹی وردھنم
اُروا رُک مو بندھنان مرتیور مکھیہ ما امرتات

ॐ त्र्यम्बकं जजा महे सुगन्धिम पुष्टि वर्धनम ।
उर्वा रुकमिव बन्धनान्मृत्यो मुक्षीय माऽमृतात ।।

بھگوان شو کا دھیان کرے۔ تین یا پانچ مالا۔ مندر میں بیٹھ کر یا مُورتی کو سامنے رکھ کر جاپ کرے۔ شام کو آرتی میں شامل ہو۔ ۴۱ دن شو مندر میں دیپک یا دھوپ جلائے۔ دُکھ درد دُور ہو جاویں گے۔

گُوربانی میں روگ دُور کرنے کا واک :-

بلاول محلہ ۵ —— ہر ہر ہر آرادھیئے ہوئیے آروگ ۔ رام چندر کی لسٹکا جن ماریا روگ
گُور پُورا ہر جاپیئے ، نت کیجے بھوگ ۔ سادھ سنگت کے وارنے ملیا سنجوگ
جس سمرت سُکھ پایئے بنسے ولیوگ ۔ نانک پربھ سرناگتی ۔ کرن کارن جوگ

سب دُکھ دردوں کو ناش کرنے والا دُرگا جی کا منتر (دُرگا سپت شلوکی سے)

شرناگت دیناارت پری تران پرائینے
سروسیہ آرتی ہرے دیوی نارائنی نموستوتے

اشنان وغیرہ کر کے صُبح اور شام کم از کم دو دو مالا جاپ کریں ۔ چارپائی پر بیٹھ کر ہرگز نہ کریں۔
ارتھ :- شرن میں آئے ہوئے دُکھی کے دُکھوں کو دُور کرنے والی ، ہے نارائنی میں بہت دُکھی ہوں۔ آپ تمام دُکھوں کو دُور کرنے والی ہیں ۔ آپ کو میں بار بار نمسکار کرتا ہُوں ۔

ہنومان چالیسہ کا پاٹھ کرنے سے منگلوار کا برت رکھنے سے تمام روگ دُور ہوتے ہیں ، اور منو کامنائیں سِدّھ ہوتی ہیں ۔ بھگوتی دُرگا اور ہنومان جی کا کلجگ میں خاص پربھاو ہے ۔ گویا کلجگی جیوؤں پر ان دو مہان دویہ شکتیوں کی اپار کرپا ہے ۔ مہابھارت کے یُدّھ میں پرویش کرنے سے پیشتر پانڈوؤں نے دِلّی میں دو مندر ۔ کالکا جی اور ہنومان جی کناٹ پلیس نئی دِلّی میں تعمیر کروائے اور فتحیابی کے لئے پرارتھنا کی ۔ یہ دونوں مندر سِدّھ پیٹھ تصوّر کیئے جاتے ہیں۔ ہر منگلوار کو ہزاروں بھگت لوگ ہنومان جی کے مندر میں حاضر ہو کر اپنی منو کامناؤں کو پُورن کرتے ہیں ، اور اُن کو پرتکھش پھل کا انوبھو ہوتا ہے ۔ ہنومان چالیسہ اور سنکٹ موچن کا پاٹھ بہت ہی لابھدائیک ہے ۔

تکلیفات اور مُصیبتوں سے رہائی پانے کے لئے ایشور بھگتی اور ایشور اُپاسنا سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں ۔ لیکن دُنیاوی خواہشات کے غلام بننے کی بجائے پرماتما سے گیان اور بھگتی کے لئے پرارتھنا کرو ۔ دُنیاوی چیزیں تو سب ناشوان ہیں ۔ ایشور بھگتی اور آتم گیان سے ہی موکش ملتی ہے اور انسان کرم چکّر سے پار ہو سکتا ہے ستوگنی دیوتاؤں کی سکام اُپاسنا کے ذریعہ من کی چنچلتا اور پاپ نشٹ ہونے پر منُش کو چاہیئے کہ وہ نشکام بھگتی کی طرف توجّہ دے ۔ کیونکہ دیوتاؤں کی پرستش کا پھل عارضی ہے ، اور ناش وان ہے ۔

گوربانی میں تمام مشکلات دور کرنے کا منتر

مرسلہ شری سرداری لال جی سرین - دلی

ست نام شری واہگورو - چھوٹے سنبھے آسرے ہوئے آس کھلوتا
جاں بھیڑ بنے تاں دکھ نہ لاگے
ساک سنگ سب نس کھلوتے ، اچرے پار برہم
دل دی بھوجل دور کرے شری گورو نانک دیو جی مہاراج

یہ منتر ایک ایسے مہاتما کا بتایا ہوا ہے ، جو کہ اپنی جوانی کے عالم میں بطور انجینئر کے گورنمنٹ ملازم تھے - اور جب وہ مجھ کو ملے تھے اس وقت اُن کی عمر تقریباً ۷۰ سال کی ہو گی - وہ مجھ کو آج سے چالیس سال پیشتر لاہور میں ملے تھے ، وہ سکھ دھرم کے پیروکار تھے - وہ ہر وقت ننگے پاؤں رہتے تھے ، اور رنگین لمبا چوغہ نما کرتا پہنے رہتے تھے - اُن کا چہرہ نورانی تھا ، اور ہر وقت پھول کی طرح کھلا ہوا رہتا تھا - اور وہ قدرت کے رنگ دیکھ دیکھ کر خوشی اور مستی میں ہر وقت یہی کہا کرتے تھے - واہ جی واہ ! سچے پادشاہ تیرے رنگ ، واہ جی واہ ! اور قہقہہ مار کر ہنسنے لگ جاتے تھے - میری عرض کرنے پر انہوں نے اوپر لکھا منتر مجھ کو بتایا تھا - اور اس منتر کو جپنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر روز وقت مقررہ پر ہاتھ منہ دھو کر دھوپ جلا کر اپنے من میں شری گورو نانک دیو جی مہاراج کا دھیان کریں - اس کے شردھا پوروک جاپ کرنے سے ہر قسم کے برے گرہ دور ہو کر مصیبتیں ٹل جاتی ہیں ۔

جھوٹا جگت پیار

(شریمتی لجیاوتی جی استانی - ڈی - وی گرلز سکول)

جھوٹا جگ کا ملنا جلنا جھوٹا جگت بیوہار
بنی بنی کے سب کوئی ساتھی بگڑی ہوت کنار

جھوٹی جگ کی موہ ممتا اور جھوٹا جگت پیار
آپت کال میں بناں پربھو کے کوئی نہیں ہے یار

تیاگ ان سبھی بھنور میں کس بدھ ہووے پار
توہی میرو ایک سہارو لجیا کرت پکار

ہر حال میں خوش ہوں

شری ستگور پرشاد جی سریواستوا

گیانی ہے وُہی جو کہ ہر اک حال میں خُوش ہو
انساں ہے وُہی نیک جو ہر حال میں خُوش ہو

اچھے بُرے کرموں کی، تجھے رکھنا ہے پہچان　　جس کام سے ہو رُوح خُوش اُس کو بھلا جان
گر کچھ نہیں تو اتنا ہی کہنا میرا تو مان　　تُو ہوگا پریشان نہ دِل ہوگا پریشان
بیکس کوئی مل جائے۔ اُسے پال کے خُوش ہو
انساں ہے وُہی نیک جو ہر حال میں خُوش ہو

رہرو اگر ساتھ ہے تو تکلیف سفر کیوں　　نگراں ہے اگر ساتھ میں، تو پھر غیر کا ڈر کیوں
گر نیک ہیں اعمال تو پھر خوف ضرر کیوں　　بسنا اُس ہے ہر نام میں تو اُس سے مفر کیوں
پھر بھی ہو مصیبت، تو اُسی حال میں خُوش ہو
انسان ہے وُہی نیک جو ہر حال میں خُوش ہو

ہے گر کوئی تکلیف تو کیوں رنج و الم ہو　　ہونا ہے وہ ہوگا ہی کیوں تم کو وہم ہو
اپنا جو اُسے مان لیا۔ پھر نہ بھرم ہو　　مُمکن ہُوئی جب چیری تو کیوں رنج و غم ہو
دُنیا کے فریبوں میں نہ تُو حال میں خُوش ہو
انسان ہے وُہی نیک جو ہر حال میں خُوش ہو

خُوشبُو اگر چہ ہوگی تو بھنورے بھی آئیں گے　　ہر وقت شب و روز وہ قُربت دکھائیں گے
گر عہد و پیمان میں خامی نہ پائیں گے　　ہر بات میں ستگور تیرے قربان جائیں گے

جس حال میں رکھے پربھو اُس حال میں خُوش ہو
انساں ہے وُہی نیک جو ہر حال میں خُوش ہو

خوشحال جیون

(ڈاکٹر سی۔ آر۔ تنیجہ گوڑگانواں (ہریانہ))

- کامیابی کے لئے لیاقت اور قابلیت کی اِتنی ضرورت نہیں، جتنی محنت اور استقلال کی ؛
- اِنتقام اور کینہ دُشمنی کی یاد دِل میں تازہ رکھنا اپنے زخم ہرے رکھنے کے مترادف ہے ؛
- دَولت کی فراوانی اچھی ہے نہ کمی۔ فراوانی عیاشں بناتی ہے اور کمی ایمان سے گرا کر پاپی بناتی ہے ؛
- اِس خیال میں مست رہنا کہ میں سدا تندرست، خوبصورت اور امیر ہی رہوں گا۔ بھاری غلطی ہے ؛
- غافل کے پاس دم بھر بیٹھنا دِن بھر کی اصلاح کو برباد کر دیتا ہے ؛
- بیکاری میں آئیندہ کے لئے خیالی پلاؤ پکانا سراسر غلط بات ہے ؛
- اپنا راز کسی دُوسرے کو بتاکر یہ اُمید کرنا کہ وہ اُسے افشا نہ کرے گا، خود کو دھوکہ دیتا ہے ؛
- اپنے والدین کی خدمت نہ کر کے اپنی اولاد سے خدمت کی توقع کرنا وہم ہے ؛
- علم کو دَولت پر فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ وہ دَولت کا پیدا کنندہ ہے ؛
- اپنی ہمدردی کے حلقہ کو وسیع بناؤ، اور بلاوجہ نفرت، تعصب سے گریز کرو ؛
- خوشحال جیون چاہتے ہو، تو اپنی آمدن سے خرچ کم کرو ؛
- خوشحال جیون چاہتے ہو، تو گھمنڈ مت کرو۔ بالآخر موجب تذلیل ہوگا ؛
- خوشحال جیون چاہتے ہو، تو منشیات (شراب، بھنگ، چرس، سگرٹ وغیرہ) سے دُور سے دُور بھاگو ؛
- خوشحال جیون چاہتے ہو تو ہر روز بلا ناغہ تازہ سبزیاں، پھل زیادہ مقدار میں کھاؤ ؛
- خوشحال جیون چاہتے ہو، تو ہر روز صبح شام ایک گھنٹہ ضرور سیر کرو۔ تندرستی کا راز ہے ؛
- تندرستی خدا کی قدرت ہے، تندرستی پیام فطرت ہے ؛
- سچ کہا ہے کہنے والوں نے

"تندرستی ہزار نعمت ہے"

اُنتی کا مارگ - یا - راہِ ترقی

قسطِ دوئم (سلسلہ کیلئے دیکھو پرچہ ماہ مارچ سنہ ۱۹۷۶ء)

لیکچر بشری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ——— (یہ لیکچر غازی پور میں ستمبر ۱۹۰۵ کو دیا گیا)

کرامول (CROMWELL) بابر، مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بابت لکھا ہے، کہ جب یہ کوئی مہم شروع کرتے تھے، تو اپنے تن، من، دھن کو پرماتما کے اَرپن کر کے پرارتھنا کے ساتھ کام کا آغاز کرتے تھے۔ اور کامیاب ہوتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں کے واسطے کہا ہے۔

ع دولت غلام من شد و اقبال چاکرم

ع باندھے ہوئے ہاتھوں کو بامید اجابت
ہیں رہتے کھڑے سینکڑوں مضموں مرے آگے

لیکن پرارتھنا میں دو جزو ہیں۔ ایک مانگنا اور دوسرا اَرپن کرنا۔ مانگنے کا جزو خود غرضی ہے۔ اَرپن کرنا یہی اصل جزو پرارتھنا کا ہے یہی COMMUNI ON WITH GOD (وصلِ حق) ہے۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ جو فعل کیا جاتا ہے، وہ خدا کے لیئے کیا جاتا ہے۔ سمرن کے معنی دل میں نور کا رکھنا ہے۔ اور یہی اصل پرارتھنا ہے۔ جو شخص اپنے دِل کو منفی (NEGATIVE) یعنی (نور سے خالی) حالت میں رکھتا ہے۔ یعنی ہمیشہ جو خواہشات کا غلام بنا رہتا ہے۔ اُس کے کاموں میں بڑا ہرج ہوتا ہے، اور ایسے لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ کامیاب وُہی ہوتے ہیں، جو ہمیشہ خندہ پیشانی اور ہنس مکھ رہتے ہیں۔ غمناک لوگوں کی ترقی نہیں ہو سکتی ہے۔ جیسی تمہارے اندر کی حالت ہوگی، ویسی ہی تمہارے لئے دنیا بھی ہوں گی۔ مثل مشہور ہے۔ "گھر سے جاؤ کھائے کے باہر سے ملے پکائے کے۔ گھر سے جاؤ بھوکے باہر ملیں دھکے۔

اگر آپ پرمیشور کی بھگتی، دھن یا اولاد کی غرض سے کرتے ہیں، تو وہ پرمیشور کی بھگتی نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو اپنی خود غرضی کی بھگتی ہے۔ آپ در اصل پرمیشور کی بھگتی نہیں کرتے، بلکہ اُس کو اپنا خانساماں بناتے ہیں، کہ وہ ہر وقت آپ کی خدمت کو موجود رہے، اور جب جس چیز کی آپ کو ضرورت

ہو۔ اُس کو وہ فوراً آپ کے سامنے حاضر کرتا رہے۔

ہائے! یہ تو اُلٹی گنگا بہانا ہے۔ پیارے پرمیشور کو اپنی خواہشات نفسانی کے واسطے مت نچاؤ۔ تم کو چاہیئے کہ ہر کام کو ہمت اور شانتی کے ساتھ کرو۔ یہی ذریعہ کامیابی کا ہے۔ اگر تمہارے پاس کوئی شخص بھیک مانگنے آئے تو تم اُس سے آنکھ چراتے ہو۔ اسی طرح جب پرمیشور کے پاس بھکاری بن کر جاؤ گے، تو وہ بھی تم سے آنکھ چرائے گا۔ پرمیشور سے صفائی دل اور بھگتی کے ساتھ ملو۔ اگر تمہارے یہاں کوئی بڑا آدمی آجائے تو تم اُس کو بڑے آدر سے بٹھا لیتے ہو۔ لیکن ایک منگتا اور بیکس تمہارے پاس آکر بیٹھنا چاہے، تو تم اُس سے گریز کرتے ہو۔ یاد رکھو کہ یہ آتما کمزور سے نہیں ملنا چاہتا ہے۔

नायं आत्मा बलहीनेन लभ्यः ॥

کمزور کی پرمیشور کے گھر دال نہیں گلتی۔ بقول

ہر دیدہ جلوہ گاہِ آں ماہ پارہ نیست

تم اس کی فکر نہ کرو۔ کہ تمہاری ضروریات کہاں سے پوری ہوں گی۔ رام تم کو وہ قانونِ قدرت بتلاتا ہے۔ جس سے ہر شخص کی ضرورت کی چیز اُس کے پاس خود بخود پہنچ جاتی ہے۔ LAW OF AFFINITY جس کو قانونِ کششِ کیمیائی کہتے ہیں۔ یہ قانونِ قدرت ہے جس کے بموجب جلتے ہوئے چراغ کے واسطے آکسیجن کرۂ باد میں سے کھینچا جاتا ہے۔ پس اگر آپ اپنے تن کو ہر کے واسطے جلا رہے ہو، تو آپ کے پاس آپ کی غذا خود بخود کھنچ کر آہی جائے گی۔ آپ کے پاس وہ کُل چیزیں جن کی آپ کو ضرورت ہے آئیں گی اور ضرور آئیں گی۔ اس میں کچھ شک و شبہ نہیں، دیکھو! قدرت کا تماشہ۔ کیا انتظام کر رکھا ہے! جب چراغ جیسی غیر ذی روح چیز کے واسطے قدرت نے اُس کی غذا کا انتظام کر دیا ہے، تو کیا انسان ہی محروم رہے گا۔ نہیں ہرگز نہیں! لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے میں بھی گداز چاہیئے۔ ؎

اثر ہے جذبِ اُلفت میں تو کھنچ کر آہی جاویں گے
ہمیں پرواہ نہیں اُن کی اگر وہ تن کے بیٹھیں ہیں

ع

تھامے ہوئے کلیجہ کو آؤ گے بے طلب

؎

عشق اول در دلِ معشوق پیدا می شود
تا نسوزد شمع کے پروانہ شیدا می شود

آپ تمام اشیاء کو دیکھتے ہو کہ اُن کے رنگ ہیں۔ لیکن یہ رنگ اشیاء کے ذاتی رنگ نہیں ہیں۔ پتے کا رنگ ہرا دکھائی دیتا ہے، لیکن یہ ہرا رنگ پتے کا نہیں ہے۔ رنگ سب سورج کے ہیں، چیزوں کے نہیں ہیں۔ اگر رنگ دراصل چیزوں کے ہوتے اور سورج کے نہ ہوتے، تو اُن کو اندھیرے میں دیکھنے سے بھی وہ دکھائی دیتے۔ اگر تم ایک پتے کو اندھیرے میں دیکھو، تو تم اس کی اور سب چیزوں کو محسوس کرو گے مگر رنگ کو نہیں

محسوس کرو گے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ رنگ تو رنگ والے کا ہے۔ ہرے پتوں میں ایک مصالحہ (CHLAROPHYL) اس میں یہ خاصیت ہے کہ وہ سورج کی کرن کے اور سب رنگ کھا لیتا ہے، لیکن ہرے رنگ کو واپس کر دیتا ہے۔ یعنی یہ کہ جو رنگ اس پتے میں بالکل نہیں ہے، وہی ہم کہتے ہیں کہ پتا اس رنگ کا ہے۔ کالی چیزیں وہ ہیں۔ جو ان سب ساتوں رنگوں کو کھا جاتی ہیں۔ سفید چیزیں وہ ہیں، جو ان ساتوں میں سے ایک کو بھی نہیں کھاتی ہیں۔ سب کو واپس کر دیتی ہیں۔ یہ قانونِ قدرت ظاہری دنیا میں معلوم ہوتا ہے۔ لیکن قانون ہر جگہ ایک ہی ہے۔ وہی قانون ظاہری دنیا میں ہے اور وہی روحانی دنیا میں بھی ہے۔ روحانی دنیا میں اس قانون کو دیکھو۔ جس طرح سورج میں سات رنگ ہیں بھی اور نہیں بھی ہیں۔ اسی کا نام ہے۔ جس بات کی ہم پورے طور پر تشریح نہ کر سکیں، اسی کا نام مایا ہے۔ دنیا کے لوگوں کو جو گن دیئے جاتے ہیں، وہ دراصل ان کے نہیں ہیں۔ وہ پرماتما کے ہیں۔ لیکن انسان کے گن وہ اس وجہ سے کہلاتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ کام کرتا ہے۔ یعنی ان کو اصل منبع کی طرف واپس کرتا ہے۔ دولتمند دولت کو خرچ کرنے کی وجہ سے دولت مند بنا ہے۔ عقل مند عقل کو خرچ کرنے سے عقل مند بنا ہے۔ داہنا ہاتھ بائیں سے زیادہ قوی کیوں ہے۔ کیونکہ وہ طاقت کو استعمال کرتا رہتا ہے۔ یعنی مثل CHLAROPHYL کے یہ سب کام کیا کرتے ہیں۔ قدرت کا ایک قانون یہ ہے کہ جتنا صرف کرو گے، اتنا پاؤ گے۔ سیاہ دل لوگ وہ لوگ ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ "یہ بھی میرا ہے وہ بھی میرا ہے"۔ سفید یعنی صاف دل وہ ہیں، جو ہر چیز کو پرمیشور کے سمرپن کرتے چلے جاتے ہیں۔ یعنی جو پر اُپکار کرتے ہیں۔ اپنے ہر کام کو جو پرمیشور کے واسطے کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ فلاں کام میں ہم نے یوں کامیابی حاصل کی، بلکہ وہ اس سب کو پرمیشور ہی سے منسوب کرتے ہیں۔

محمود شاہ غزنوی کا ایک دوست صادق ایاز نامی تھا۔ یہ دراصل گھسیارہ تھا۔ لیکن بادشاہ کی دوستی کی وجہ سے اس کو یہاں تک عروج ہوا کہ وہ عہدۂ وزارت پر ممتاز کیا گیا۔ جب اس کو عروج ہوا، تو چند حاسدوں کو برا معلوم ہوا، اور وہ اس فکر میں لگے کہ اس کو کسی طرح ذلیل کریں۔ چنانچہ انہوں نے محمود سے شکایت کی کہ ایاز ہر روز خزانہ میں جاتا ہے، اور وہاں سے روز جواہرات نکال کر لے جاتا ہے۔ محمود نے چاہا کہ اس کو اپنی آنکھ سے دیکھوں۔ ایک روز جب ایاز اپنے وقت مقررہ پر خزانہ میں گیا۔ تو لوگوں نے بادشاہ کو خبر دی۔ محمود مع ان لوگوں کے وہاں گیا، اور روشندان کے ذریعے سے دیکھنے لگا کہ ایاز نے اپنے تمام لباسِ وزارت کو ایک طرف اتار کر رکھ دیا، اور اس نے اپنے گھر لے کو اپنے سامنے رکھ لیا ہے، اور کمبل کو بچھا کر اس پر نماز پڑھ رہا ہے، اور یہ سمرن کر رہا ہے۔ "ہے بھگوان! یہ وزارت میری نہیں ہے، تیری ہے۔ یہ لباس وزارت میرا نہیں ہے، تیرا ہے۔ یہ جسم میں طاقت تیری ہے، یہ آنکھ میں نور تمہارا ہے۔ یہ ہاتھوں میں طاقت تمہاری ہے۔ یعنی وہ اپنے کل رنگوں سے جو جہاں سے آئے تھے، ان کو وہاں واپس کر رہا تھا، اور پریم سے زار زار رو تا تھا۔ جب ایاز اس سے فارغ ہو کر جانے کا ارادہ کرنے لگا، تو محمود فوراً وہاں پہنچ گیا، اور ایاز سے کہنے لگا، تم میرے مرشد ہو، تم نے مجھ کو بچا لیا۔ ورنہ میں تو دنیا کے ان پدارتھوں

ہیں ڈوب چکا تھا۔ پس اوّل شرط کامیابی کی یہ ہے کہ دلوں میں نور بھرا جائے۔ نور سرِ پا سے بھرا جاتا ہے۔ کرم کرنے کا تم کو اختیار ہے لیکن کرم کے ساتھ جو خود غرضی لگی ہوئی ہے، اس کو چھوڑ دو۔ جن لوگوں اور جن قوموں کو کامیابی ہوئی ہے۔ اِن کو اسی طرح پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ اگر کبھی تاریخ یا سوانح عمری میں اسکے خلاف لکھا ہے، کہ کوئی شخص یا کوئی قوم خود غرضی کے ساتھ کام کر کے کامیاب ہوئی ہے۔ تو اس کی بابت راقم نہایت زور کے ساتھ کہتا ہے کہ وہ غلط ہے۔ اور جھوٹ ہے۔ آرتھر ہیلپس (ARTHUR HELPS) نے ایسے ہی موقعوں پر کہا ہے، کہ مجھ کو تاریخ مت دکھاؤ۔ کیونکہ وہ ضرور غلط ہوگی جس قدر تم دنیا کے پیچھے پڑو گے اُسی قدر وہ تم سے دُور رہیگی۔

بھاگتی پھرتی تھی دُنیا جب طلب کرتے تھے ہم
اب جو نفرت ہم نے کی وہ بے قرار آنے کو ہے

پس جب تک تم اپنے مَن کو ہائے ہائے واہ واہ میں رکھتے ہو۔ اُس وقت تک تمہاری مطلب براری نہیں ہو سکتی۔ پرمیشور آنند ہے۔ جو آدمی آنند میں رہتا ہے، وہ پرمیشور میں رہتا ہے، اور پرمیشور اُس میں رہتا ہے۔ پرمیشور کو دھیان کرنے کا طریقہ یہ ہے:۔

(THE WAY TO MORE LIGHT IS THE FAITHFULNESS OF WHAT WE HAVE)

کہ جو چیز تمہارے پاس موجود ہو، اُس پر قانع ہو کر اُس سے مستفید ہو۔ بس اس وقت جس قدر روشنی یا نور الٰہی تمہارے پاس موجود ہے اُس کو عملی برتاؤ میں لاؤ۔ اُس کے بعد تم کو آگے راستہ ملے گا۔ اس طریقہ پر کرنے سے مذہبی لڑائی جھگڑے فوراً بند ہو سکتے ہیں۔ آپ سوال کرینگے کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ اس کا جواب صاف ہے۔ آپ اپنے مذہبی اصول کو عمل میں لائیے پھر دیکھئے کہ لڑائی جھگڑے بند ہوتے ہیں یا نہیں۔ لڑائی جھگڑے تو اس راستہ کو چھوڑ دینے سے پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کے پاس ایک لالٹین ہے، جو دو سو قدم تک تم کو تمہارا راستہ دکھلا سکتی ہے۔ اب اگر آپ اس روشنی کے سہارے دو سو قدم تک چلے جاؤ۔ پھر وہاں سے وہ اور دو سو قدم آپ کو لے جا سکے گی۔ اسی طرح پر اس لالٹین کے سہارے جس میں صرف دو سو قدم تک روشنی ڈالنے کی طاقت ہے۔ آپ کوسوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن اگر پہلے ہی سے اپنی کوسوں کی منزل کا خیال کرنے لگیں، تو نتیجہ کیا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ لڑائی جھگڑا پیدا ہوگا۔ یہی حال تمہارے مذہبی اصولوں کا ہے۔ اگر تم ان کی روشنی کو علیحدہ رکھ کر پہلے بحث مباحثہ کرنے لگو گے تو جھگڑا ہونا ضروری ہے۔ مذہبی لڑائی صرف وہی لوگ کرتے ہیں، جو اپنے اندر کے نور کو عمل میں نہیں لاتے۔

صد جان فدائے آنکہ زبان و دلش یکیست

شاید اس پر یہ اعتراض ہو کہ ہم تو زمین پر رہتے ہیں۔ ہم سے زمین کی باتیں کہنا چاہیئے۔ یہ آسمانی باتیں ہمارے کس مصرف کی پیارے! اس کا یہی جواب ہے کہ یہاں زمین پر بھی ایسے ہی عمل کرنا چاہیئے یعنی ہاتھ رہے کام میں اور دل رہے رام میں۔ جب قمری سرو کی شاخ پر بیٹھتی ہے۔ اس کی زبان سے میٹھے میٹھے راگ اور سُر آپ ہی نکلنے لگتے ہیں۔ اسی طرح جب آپ کا دل اس نورِ خدا یعنی نورِ ذات سے بھر جاتا ہے تو آپ کے دل سے بھی وہ پیارے پیارے راگ آپ ہی آپ نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ لیمپ جو رکھا ہوا ہے۔ اس سے روشنی کیوں نکلتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کی چمنی جو اس کا قالب ظاہری ہے صاف شفاف ہے۔ اس وجہ سے اس کے اندر کا نور بلا روک کے باہر چلا آتا ہے۔ اب شفاف ہونے سے کیا مطلب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے دل کی تاریکی اور کدورت کو نکال دیا ہے۔ اسی طرح اگر تم بھی اپنے دل کی کدورت اور خودی کے خیالات کو نکال دو، تو تمہارے اندر کا نور بھی خود بخود باہر نکل آئے گا۔ بقول شاعر ؎

کب لباسِ دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا
کب سبکدوش رہے۔ قیدیٔ زندانِ وطن
بوئے گل پھاندتی ہے باغ کی دیواروں کو

شاید یہ کہا جائے کہ ہم اپنے مذہبی اصولوں کی پابندی کرتے ہیں۔ اور مذہبی اصول چاہتے ہیں کہ جھگڑا کیا جاوے۔ اس کا جواب یہ ہے، کہ مذہبی اصولوں کی منشاء ہرگز لڑائی جھگڑا کرنا نہیں ہو سکتی۔ ہر مذہب کا پہلا اصول یہ ہے، کہ خدا کو جانو، اور مانو کیا اس پر آپ عمل کرتے ہیں، ہرگز نہیں۔ اگر آپ اس پر عمل کرتے ہوتے، تو کیا آپ پرمیشور کا اتنا بھی لحاظ اور ادب نہ کرتے، جتنا کہ آپ اپنے ضلع کے کلکٹر کا کرتے ہیں۔ اگر اس وقت اس جماعت میں کلکٹر صاحب آجاویں، تو سب دم بخود ہو جاویں گے۔ ہر وقت اس بات کا خیال کریں گے کہ کوئی کلمہ گستاخانہ منہ سے نہ نکل جاوے یا کوئی گستاخانہ حرکت نہ سرزد ہو جاوے۔ آپ کبھی کلکٹر صاحب کے سامنے چوری نہ کریں گے۔ کبھی ان کے سامنے کسی عورت کو نگاہ بد سے نہ دیکھیں گے اور نہ ان کے سامنے کوئی بد مذموم گفتگو کریں گے۔ ؎

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

آپ کا مذہب سکھاتا ہے کہ پرمیشور ہر جگہ موجود ہے، مگر افسوس ہے اور رونا آتا ہے کہ آپ اس بات کو جان کر بھی ہر قسم کی مذکورہ بالا باتیں کرتے ہیں اور آپ کے دل میں ذرا بھی خوفِ خدا نہیں آتا ہے۔ اگر ہم لوگ پرمیشور کی موجودگی کو مانتے اور جانتے، تو اس کی موجودگی میں عورتوں کی طرف بدنگاہ سے تکتے ہوئے آنکھیں پھوٹ نہ جاتیں، جھوٹ بولتے وقت زبان نہ نکل پڑتی۔ عالم باعمل ہونا چاہیئے

اگر عمل نہ ہوا، تو علم بیکار ہے، بلکہ مُضر ہے۔ دماغ کی وہ نسیں جو علم کو گرہن کرتی ہیں۔ اُن کو گیان اندریہ کہتے ہیں، اور جو نسیں اندر کے علم کو باہر عمل میں لاتی ہیں۔ اُن کو کرم اندریہ کہتے ہیں، اور تندرستی کی حالت میں قائم رکھنے کے واسطے کُل اندریوں کو کام میں لانا چاہیئے۔ ورنہ نتیجہ خراب پیدا ہوگا۔ جو لوگ عالم باعمل نہیں ہوتے۔ اُن کی یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ وہ وِدیا کو اندر ٹھونستے جاتے ہیں، مگر اس کو باہر نہیں نکالتے ہیں۔ یعنی ایک قسم کی اندریوں سے کام لیتے ہیں، اور دوسری قسم کی اندریوں کو بیکار رکھتے ہیں۔ اُن کو رُوحانی قبض اور عقلی بدہضمی ہو جاتی ہے۔ اسی کی وجہ سے وہ لڑائی جھگڑے میں پڑتے رہتے ہیں۔ لہٰذا شرط یہ ہوئی کہ دُنیا میں کامیاب ہونے کے واسطے ہم کو چاہیئے کہ جس قدر عقل ہمارے پاس ہے، اُس کو محض عقلی ہی بنائے نہ رکھیں، بلکہ اُس کو عملی بھی بنا دیں۔

دوسری شرط کامیابی کی یہ ہے کہ برہمچرج قائم رکھنا چاہیئے، خواہ آپ نئی روشنی کے ہوں۔ خواہ آپ کی کتابوں نے اِس پر زور دیا ہو یا نہ دیا ہو، کچھ پرواہ نہیں ہے۔ راقم آپ سے یہ کہتا ہے کہ کامیابی کے واسطے عفت، پاک بازی یا برہمچرج کی بہت ضرورت ہے۔ اگر ہندوستانی بچے رہنا چاہتے ہیں، تو ویرج کو قائم رکھیں، ورنہ کچلے جائیں گے۔ یہ دیپک آپ کے سامنے چل رہا ہے، یہ کیوں چلتا ہے۔ اِس کے نیچ کے حصے میں تیل بھرا ہوا ہے۔ وہ تیل بتی کے ذریعہ سے اُوپر چڑھتا ہے، اور اُوپر آکر روشنی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے تیل والے حصے میں کوئی سُوراخ ہو جاوے تو اُس کا تیل رفتہ رفتہ بہہ جائے گا، اور پھر اس سے روشنی نہ نکل سکے گی۔ یہی حال تمہارا ہے۔ اگر تمہارے اندر کا ویرج نیچے نہ گرے گا تو یہ اُوپر چڑھ کر دماغ میں جا کر نورِ روحانی بن جائے گا لیکن اگر تم اس کے خلاف کرو گے یعنی اپنے ویرج کو گنواؤ گے، تو تمہاری وُہی دیپک کی حالت ہو گی۔ جن لوگوں کے جسم سے کوئی ناپاک فعل سرزد نہیں ہوتا، یا جن کے من میں کوئی ناپاک خیال پیدا نہیں ہوتا۔ اُن کا ویرج اُوپر چڑھ کر نورِ عقل میں بدل جاتا ہے۔ ایسی ہی حالت کو انگلستان کے مشہور شاعر نے یُوں بیان کیا ہے:-

"MY STRENGTH IS AS THE STRENGTH OF TEN, BECAUSE MY HEART IS PURE" (TENNYSON)

دس جوانوں کی مجھ میں ہے طاقت
کیونکہ مجھ میں ہے عفت و عصمت (ٹینی سن)

ہنومان سب سے بڑا بیر (مہا بیر) کیوں تھا۔ کیونکہ وہ یتی تھا۔ کہتے ہیں، کہ میگناد بڑا یودھا (بہادر) تھا۔ اُس کو وُہی شخص مار سکتا تھا جس کے دل میں بارہ ۱۲ برس تک کوئی ناپاک خیال نہ گذرا ہو۔ یہ کون شخص تھا۔ یہ شری لچھمن جی تھے۔ بھیشم کا نام بھیشم اس وجہ سے پڑا کہ اُس نے زندگی بھر برہمچاری رہنے کی سخت پرتگیا کی۔

SIR ISSAC NEWTON (سر آئزک نیوٹن) مشہور ہندسی جن کے اوپر آج ہندوستان کو ناز
ہے۔ ستاسی برس تک زندہ رہا۔ مرتے وقت تک اُس کے ہوش و حواس نہایت درست تھے۔ کیونکہ وہ
جتیندری تھا، نہایت پاکباز تھا جس فلاسفر نے دُنیا کی فلاسفی کو پلٹا دیا، کون تھا (IMMANUEL KANT)
امینیل کینٹ۔ یہ بڑا بھاری جتی تھا۔ اُس کے دل میں کبھی ناپاک خیال تک نہیں آیا۔ امریکہ کے HENRY
DAVID THAREAU (ہنری ڈیوڈ تھورو) اور جرمنی کے مشہور فلاسفر (HERBERT SPENCER)
ہربرٹ سپنسر۔ دونوں بڑے جتیندری تھے۔

اس وقت امریکہ، انگلستان، جرمنی، جاپان وغیرہ مُلک ترقی کر رہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ وجہ یہ
ہے کہ ان کے یہاں کے گرہستی بھی آپکے یہاں کے جتیندریوں سے اچھے ہیں۔ اول تو اُن کی شادی بتیس برس
کے بعد ہوتی ہے۔ پھر ان کی عورتیں بھی تعلیم یافتہ ہوتی ہیں۔ جب مرد اور عورت ملتے ہیں، تو عمدہ عمدہ مضامین
پر بحث کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی صحبت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ کبھی ناپاک خیالات کا موقعہ نہیں آنے پاتا۔
برخلاف اس کے آپ کے یہاں کی عورتیں تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔ آپ کے یہاں مرد اور عورت کی مُلاقات کے معنی
ہی ناپاک خیالات ہیں، اور صحیح بھی ہے۔ جب وہ کچھ جانتی ہی نہیں، تو آپ اُن سے کیا باتیں کریں گے۔ بجز
اُن ناپاک باتوں کے۔ اپنی روزمرہ کی زندگی میں دیکھو، کہ پاکبازی کا آپ کے کاموں اور ارادوں میں کیا اثر
ہوتا ہے۔ اگر آپ پاکباز ہیں۔ یعنی اگر آپ اپنے ویرج (SEX ENERGY) کو قابو میں رکھے ہوتے ہیں۔
تو آپ بہت جلد کامیاب ہوں گے۔

رام جب پروفیسر تھا۔ اُس نے تجربہ بات خود کیا ہے۔ جس وقت رام کامیاب اور ناکامیاب طلباء کے
نقشے بناتا تھا اور اُن سے دریافت کرتا تھا کہ امتحان سے چند روز قبل اُن کی کیا حالت تھی۔ رام نے اُس سے بھی نتیجہ
نکالا کہ جو طلباء امتحان کے قبل عمدہ اور پاک خیالات رکھتے تھے، وہ کامیاب ہوتے تھے اور جو ناپاک خیالات رکھتے
تھے اور ہمیشہ خائف رہتے تھے کہ کہیں ناکامیاب نہ ہوں، وہ ناکامیاب ہوتے تھے پس ثابت ہے کہ جیسے جن کے
خیالات دل کے اندر ہوتے ہیں، ویسا ہی اُس کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس بات کا ثبوت تاریخ سے بخوبی مل سکتا ہے۔

پرتھوی راج مشہور یودھا جو کئی ایک لڑائیوں میں مسلمانوں کو شکست فاش دے چکا تھا۔ بالآخر عیش و
عشرت میں ڈوب گیا، اور آپ کو تعجب ہوگا۔ آخری مرتبہ جب وہ میدان جنگ کو گیا تو اُس کی کمر اُس کی رانی
نے کسی تھی۔ نتیجہ کیا ہوا، میدان جنگ سے مُنہ کالا کر کے ناکامیاب واپس آیا۔

نپولین جس کی ہمت اور بہادری کا سکہ چار دانگ عالم میں مچ گیا تھا۔ جب واٹرلو کے میدان جنگ
کو جانے لگا تو اس کے پہلے شام کو وہ اپنے آپ کو ایک ناپاک چاہ میں گرا چکا تھا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ شکست
فاش کھائی۔

اکھیمنیو کوروکھشیتر کی جنگ کا مشہور یودھا جس روز مارا گیا۔ اُس سے پہلی شام کو وہ اپنی نئی بیاہی بیوی

کے پاس گیا تھا اور وہاں بیرج گرا کر آیا تھا۔ یاد رکھو کہ اس ناپاک چیز میں کچھ لطف نہیں ہے جیسے طرح گلاب کا پھول کیسا خوشبودار ہوتا ہے۔ لیکن اُس میں شہد کی مکھی بھی رہتی ہے۔ جب آپ نے اُس کو ناک کے پاس لگایا۔ اُس نے ناک کی نوک پر ڈسا۔ اسی طرح دُنیا کے ناز و کرشمے اور دُنیاوی چیزیں بڑی دلکش اور بھلی معلوم ہوتی ہیں، اور وہ آپ کے دلوں کو لبھاتی ہیں۔ لیکن چکھ کر دیکھ لو کہ اُن میں ایک روحانی زہر ہے۔ جو آپ کو ترقی کرنے سے باز رکھے گا۔ یہ ناجائز محبتیں، یہ ناجائز عشق بازیاں، یہ ناجائز عصمت کا توڑنا۔ یہ سب اس گلاب کے پھول کی طرح ہیں، جن میں شہد کی مکھی ہے، اور جو آپ کے ناک کی نوک پر کاٹ لیتی ہے بس قانون یہ ہے کہ اگر تم کو یہ دُنیاوی باتیں نہیں ہلا سکتیں، تو تم دُنیا کو ضرور ہلا سکتے ہو۔

تیسری شرط کامیابی کی ایک رُوحانی شرط ہے۔ ناروے کے ایک بادشاہ کی روائیت ہے کہ اُس نے ایک کمرہ میں ایک سینگ رکھا تھا، اور اس سینگ کے خول میں پانی بھرا تھا۔ بادشاہ نے یہ اِشتہار دے رکھا تھا کہ جو کوئی اس سینگ کا کل پانی پی لے اور سینگ خالی کر دے، تو اُس کو وہ اپنا راج دے دے گا۔ بہت سے لوگ آئے اور اُنہوں نے پانی پیا۔ لیکن کوئی بھی اُس کو خالی نہ کر سکا۔ وہ سینگ دیکھنے میں ذرا سا معلوم ہوتا تھا لیکن اُس کا تعلق سمندر سے تھا، اور یہی وجہ تھی کہ وہ خالی نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح پر گو آپ کے جسم ذرا ذرا سے ہیں۔ لیکن اُن کا مخفی تعلق سمندروں کے سمندر اُس ذاتِ خُدا کے ساتھ ہے۔ جو شخص اس تعلق کو جگائے رکھتا ہے، اور اُس کو قائم رکھتا ہے۔ اُس کی طاقت لاانتہا ہے۔ آپ سوائے اُس کے اور کچھ ہو نہیں۔ جب یہ معاملہ ہے، تو چونکہ یہ مشہور ست، کام ست سنکلپ ہے۔ لہٰذا آپ کے دِل کی تہہ کی تہہ میں جو خیال ہے، وہ ست ہونا چاہیئے، اور اس خیال کی ہمیشہ جے ہے۔ بقول

شعر

دولت غلام من شد و اقبال چاکرم

اب راقم چند مثالیں تاریخ سے دے گا۔ جس سے ثابت ہو گا کہ یہ مسئلہ بالکل صحیح ہے۔ شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنی فوج لئے ہوئے دریائے اٹک کے کنارے پڑا ہوا تھا۔ اُس پار غنیم کی فوج تھی۔ رات کا وقت تھا۔ تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ نہ وہاں پر کوئی کشتی تھی۔ جس کے ذریعہ پار اُترا جائے اور نہ وہاں کوئی دُوسرا ذریعہ معلوم ہوتا تھا۔ اب بڑی مشکل تھی، کہ کیا کیا جائے۔ سپاہیوں نے رنجیت سنگھ سے جا کر اپنی دقتیں بیان کیں۔ وہ تو جیسا شری کرشن جی نے فرمایا ہے۔ جنگ کے واسطے کھڑا ہو جا، ورنہ تو پاپ کو کماوے گا۔

सुखदुःखे समे कृत्वा लाभालाभौ जयाजयौ।
ततो युद्धाय युज्यस्व नैवं पापमवाप्स्यसि॥

شعر

سُکھ و دُکھ ہان لابھ جیت اور ہار
کے خیالات ترک کر اک بار

اُس خیال میں مست تھا۔ اُس کو نہ فتح کی خوشی تھی اور نہ شکست کا ملال تھا۔ وہ تو اس خیال میں

مست ہو کر اپنا دھرم، اپنا فرض ادا کرتا تھا۔ اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا ؎

جا کے من میں اٹک ہے وہ ہی اٹک رہا
جا کے من میں اٹک نہ وا کو اٹک کہاں

یہ سنتے ہی لشکر پھاند پڑا، اور اس پار پہنچ گیا۔ اس کو دیکھ کر غنیم کی ہمت ٹوٹ گئی۔ جب ایسے بڑے دریا ناپیدا کنار سے یہ لوگ بلا کشتی وغیرہ کے آن کی آن میں پار اتر آئے ہیں۔ تو ان کا مقابلہ ناممکن ہے۔ بھاگ کھڑے ہوئے، اور میدان رنجیت سنگھ کے ہاتھ میں رہا۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت محمدؐ صاحب ایک مہم پر جانے کے واسطے بڑی تیاری کر رہے تھے۔ کسی نے کہا کہ آپ اس قدر تیاری تو کر رہے ہیں۔ لیکن اگر آپ کو شکست ہو گئی تو کس قدر ندامت ہو گی، اور علاوہ اس کے آپ کی ہمت بھی ٹوٹ جائے گی۔ اس پر وہ کھِل کھِلا کر ہنس پڑے، اور کہنے لگے محنت کرنا میرا کام ہے۔ نہ کہ کامیابی چاہنا۔ میں تو اللہ کے حکم سے کام کر رہا ہوں۔ اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔ اس سے زیادہ مجھ کو کچھ تعلق نہیں ہے۔

فرانس اور جرمن کی لڑائی میں شاہ فریڈرک کو بالکل شکست ہو گئی تھی۔ غنیم کے سپاہی اس کے قلعے میں گھس گئے تھے، اور رنگ رلیاں مچا رہے تھے۔ لیکن فریڈرک کو اپنے حق بجانب ہونے کا یقین تھا۔ پس اس نے ہمت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اس نے اپنے لوگوں کو جمع کیا۔ اور ان میں سے چند کو ایک جانب بھیج دیا۔ تم اس ٹیلے پر جا کر کھڑے ہو۔ چند کو دوسری جانب بھیجا۔ اسی طرح چاروں طرف بھیج دیا۔ اس کے بعد خود ہمت باندھے ہوئے بے دھڑک قلعہ کے اندر گھس گیا، اور سپاہیوں سے کہا کہ تم لوگ ہتھیار رکھ دو۔ انہوں نے سوال کیا کہ کیوں؟ اس نے کہا، تم نہیں دیکھتے ہو، کہ میری فوج ہر طرف سے آ رہی ہے اور تم گھیرے گئے ہو۔ یہ دیکھ کر لوگ خائف ہوئے، اور کل ہتھیار اس کے سامنے رکھ دیئے۔ اگر تمہارا دل ایمان سے بھرا ہے، تو ایک دشمن کیا ساری دنیا تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دے گی۔ یہی دل کا حوصلہ ہے۔ جس نے شکست فاش کو فتح تمام میں تبدیل کر دیا۔ ؎

ساری خدائی اِک طرف فضلِ الٰہی اِک طرف
نہ مہنگے پہ نہ سستے پر نہیں موقوف غلّہ پر
فتح تو بس اسی کی ہے خدا ہے جس کے پلّہ پر

ہاتھی اور شیر کی جسامت میں کتنا فرق ہے۔ لیکن دیکھو شیر کے حوصلہ اور ہمت کی وجہ سے ہاتھی کو باوجود اپنی جسامت کے مقابلہ شیر کا کرنا مشکل پڑتا ہے۔ ہاتھی کو اپنی قوت پر بالکل بھروسہ نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ گروہوں میں رہتا ہے۔ کیونکہ اس کو اندیشہ رہتا ہے کہ اکیلا پاکر اس کو کوئی کھا نہ جائے۔ شیر گو اس سے جسامت میں چھوٹا ہے، مگر ہمت اس میں بھری ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہاتھی اس کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا۔

شیر اُپنے اُندر والے خدا کو یعنی آتما کو مار نہیں رہا ہے۔ بلکہ اس کو عملی طور پر ظاہر کرتا ہے۔

چین میں ایک لڑکا تھا۔ اُس کے ماں باپ نہایت مُصیبت زدہ تھے۔ وہ یہاں تک محتاج تھا کہ پڑھنے کے واسطے تیل تک نہیں ملتا تھا۔ لیکن اُس کو پڑھنے کا شوق تھا۔ وہ بہت سے جُگنوؤں کو جمع کر کے ایک کپڑے میں باندھتا تھا، اور جب وہ چمکتے تھے، اُن کی روشنی سے پڑھ لیتا تھا۔ لوگوں نے اُس سے کہا کہ تُم یہ کیا بے ہُودہ حرکت کرتے ہو۔ ایسی محنت کس واسطے کرتے ہو۔ کیا بادشاہ کے وزیر تُم ہی بنوگے۔ آہاہا! اُس نے کیا جواب دیا۔ طبیعت خوش ہوگئی۔ کہتا ہے میرے دِل میں ایسے حوصلے اُٹھتے ہیں، اور ایسی اُمنگیں پیدا ہوتی ہیں۔ جس سے اُمید بندھتی ہے کہ میں وزیر بنوں گا۔ آخر وہ لڑکا چین کا وزیر ہو ہی گیا۔

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہم فلاں کام کیونکر کریں۔ ارے بھائی۔ خودکُشی یا خُداکُشی کیوں کر رہا ہے۔ تو جسم نہیں ہے، تُو خود ہی لاانتہا ہے۔ پھر کس طرح کیا پُوچھتا ہے۔ تم کو کیا معلوم ہے کہ علم آب (HYDRO STATICS) کا ایک اصُول ہے۔ جس سے تمام سُمندر کے پانی کو ایک ذرا سا پانی روک سکتا ہے۔ اس طرح ایک آدمی ساری دُنیا کو روک سکتا ہے۔ اگر وہ اپنے اُندر کی خُدائی پر کھڑا ہو جائے۔ مسبب الاسباب تُو ہی ہے۔ پھر سامان یا ذرائع کیا ڈھونڈتا ہے۔

اسکاٹ لینڈ کا ایک بچّہ وہاں کے یتیم خانہ سے بھاگ کر لندن چلا آیا لندن میں اتفاق سے وہ لارڈ میئر کے باغ میں پہنچ گیا، اور وہاں کھیلنے لگا۔ اتفاق سے اُدھر سے ایک بلّی نکلی۔ بچّے نے اُس کی دُم پکڑ لی، اور اُس سے باتیں کرنے لگا۔ اِتنے میں قریب سے گھنٹہ کی آواز سُنائی دی، جو لگاتار بج رہا تھا۔ بس اب وہ بلّی سے بات کرنے لگا۔ اور کہنے لگا۔

WHAT DOES THE MAD BELL SAY?

TON! TONE!! TOH!!! WHITTINGTON

LORD MAYOR OF LONDON.

وہ اپنی اِس گفتگو میں مشغول تھا کہ اتفاق سے لارڈ میئر اُدھر سے آنکلا۔ اُس نے سُنا کہ کوئی شخص بات کر رہا ہے۔ وہاں آکر یہ حال دیکھا۔ اُس نے لڑکے سے پُوچھا، کہ کیا کہہ رہا ہے۔ اُس نے جواب دیا لارڈ میئر آف لندن۔ لارڈ میئر بہت خوش ہُوئے۔ اُس کو اپنے یہاں لے گئے، اور اس کو تعلیم کے واسطے سکول میں بھیجا۔ وہاں اُس نے نہایت محنت کے ساتھ پڑھا، اور خوب علم حاصل کیا۔ رفتہ رفتہ وہ ایک دِن لارڈ میئر آف لندن ہو ہی گیا۔

ہر ایک پیارا تھا سُنی جاتی ہے، جو پرارتھنا دِل کی تہہ سے نکلتی ہے، وُہی قبول ہوتی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جیسا آپ کا خیال ہوگا، اُس کو آپ کے اُندر کا ست (دِل) پُورا کر دے گا۔ آپ میں وہ طاقت موجود ہے۔ جس سے آپ دیوتاؤں کی برابری کر سکتے ہیں۔

قسط دوئم — سوال و جواب

جوگ ساگر

مصنفہ:- حضرت غلام جیلانی صاحب آنجہانی —— مرسلہ پنڈت ہربنس لال شرما نکودر

گوپی چند کی بہن کا اُس کے گورو سے اُپدیش لینا

بہن۔ ظاہری دکھ کیسے دور ہو؟
رشی۔ سُکھ کے نہ چاہنے سے۔
بہن۔ کرم کیسے ہوتے ہیں؟
رشی۔ خیال، بیج، مُدعا۔
پرورش کنندہ۔ خواہشات
شاخیں۔ کرم پھل
بہن۔ افعال کتنی اقسام کے ہیں؟
رشی۔ دو۔ بامُدعا، بے مُدعا۔
بہن۔ بامُدعا کون سے ہیں؟
رشی۔ جن میں خواہشیں شامل ہوں۔
بہن۔ بے مُدعا کونسے ہیں؟
رشی۔ بلا واشنا کے۔
بہن۔ بامُدعا افعال کی کتنی قسمیں ہیں؟
رشی۔ تین
بہن۔ کونسی؟
رشی۔ فعل کر کے، خواہش کر کے، خیال کر کے۔
بہن۔ اِن کا بھگتان کیسے ہوتا ہے؟
رشی۔ اپنے موقعہ پر۔

بہن۔ کیا گیان بلا سادھن کے ہو سکتا ہے؟
رشی۔ جیسے برات بن دولہا
بہن۔ گیان بھگتی اور کرم کا عشق الٰہی سے کیا تعلق ہے
رشی۔ گیان معشوق کی واقفیت بھگتی اور کرم اس کی خدمت ہے۔
بہن۔ عشق الٰہی کے کتنے درجے ہیں؟
رشی۔ تین۔
بہن۔ پہلا درجہ کیا ہے؟
رشی۔ اُس کو ملنے کی خواہش میں جگت کو بھول جانا
بہن۔ دوسرا؟
رشی۔ آپ کو بھول جانا
بہن۔ تیسرا؟
رشی۔ وصل۔
بہن۔ اس کا راستہ کہاں ڈھونڈنا چاہیئے؟

رشی۔ اپنے اندر۔
بہن۔ جسم میں آتما کیسے ہے؟
رشی۔ جیسے دودھ میں مکھن
ع۔ دودھ سے مکھن جو چاہو تو بلونا چاہیئے۔
بہن۔ نجات اور دنیاوی خواہش میں کیا فرق ہے؟
رشی۔ جو روشنی اور اندھیرے میں۔
بہن۔ برہم کا آنند کیسا ہے؟
رشی۔ جیسے ہو وہی جانے
بہن۔ برہم کا مختلف اشکال میں کیسے ظہور ہے؟
رشی۔ جیسے پانی کا برف و بخارات و حباب و امواج و ژالہ وغیرہ میں
بہن۔ لاتغیر کون ہے؟
رشی۔ آتما
بہن۔ کیوں؟
رشی۔ بوجہ لاصفات ہونے کے
بہن۔ آتما کا کب درشن ہوتا ہے

رشی۔ سات دروازوں کے باہر گزرنے سے۔
بہن۔ سادھن کی ابتدائی علامت کیا ہے؟
رشی۔ باہر سے اندر کو رجوع۔
بہن۔ گیانی دنیا میں کیسے رہتے ہیں؟
رشی۔ رسی جل کر بھی شکل قائم رکھتی ہے۔
بہن۔ آتما کی تعریف کیا ہے؟
رشی۔ وہ سوال و جواب میں نہیں آتی۔
بہن۔ جیون مکت کی کیا تعریف ہے؟
رشی۔ وہ مایا کا مالک ہے۔
بہن۔ ایشور کے ظہور میں خواہشات کہاں سے آ گئیں؟
رشی۔ ظہور ہونے کی خواہش کا ظہور ہے۔
بہن۔ دنیا کا کارخانہ کس سے چلتا ہے؟

رِشی ۔ تین شکتیوں سے ۔

بہن ۔ وہ کون سی ہیں ؟

رِشی ۔ کریا، اِچھیا، گیان یعنی جسم، خواہش، عرفان ۔

بہن ۔ جب یہ جگت اس کا ظہور ہے تو کُکرم اور دُکھ کیوں ؟

رِشی ۔ وہ منفی اور مثبت دونوں ہے ۔

بہن ۔ نیند، موت، سمادھی ان میں کیا فرق ہے ؟

رِشی ۔ بے خبر، بے ہوشی کم موت یا زیادہ عرصہ کیلئے نیند اور موت ہے ۔ باخبر بیہوشی سمادھی ہے ۔

بہن ۔ سمادھی قائم کب ہو سکتی ہے ؟

رِشی ۔ جب حواس کے مرکز بے حس ہو جائیں اور مَن شانت ہو جائے ۔

بہن ۔ اس سے استھول فائدہ کیا ہے ؟

رِشی ۔ سُکھ اور دُکھ سے پرے ہونا ۔

بہن ۔ دھیان کے واسطے کونسا مقام اچھا ہے ۔

رِشی ۔ مَن ۔

بہن ۔ جب برہم سرب ویاپی ہے تو کیا مُردہ میں بھی ہے ؟

رِشی ۔ زندہ اسپنج اور مُردہ اسپنج دونوں میں پانی ہوتا ہے ۔

بہن ۔ پھر مرنا کیا فعل ہے ؟

رِشی ۔ ستھول (جسم کثیف) سریروں سے سوکھشم (رُوح) (سریروں کی علیحدگی

بہن ۔ طبیعت کو اَمن کیسے ہو سکتا ہے ؟

رِشی ۔ افعال کے نتیجے سے بے تعلق ہونے پر ۔

بہن ۔ لوگوں سے کیا مُراد ہے ؟

رِشی ۔ چت کی مختلف حالتیں

بہن ۔ گُورو کون ہے ؟

رِشی ۔ جو نور مجسم ہو ۔

بہن ۔ کیا تارک الدُنیا (تیاگی) ہونا ضروری ہے ؟

رِشی ۔ دُودھ سے اگر گھی نکالنا ہے تو پہلے گائے بھینس کے جسم سے علیحدہ کرنا ضروری ہے ؟

بہن ۔ سادھو کی کیا خواہش ہونی چاہیئے ؟

رِشی ۔ بے خواہشی

بہن ۔ سادھو کی طاقت ؟

رِشی ۔ اشکت ہونا یعنی بے نیاز

بہن ۔ سادھو کی عقل ؟

رِشی ۔ آپ کو پہچاننا

بہن ۔ سادھو کا مَن کیسا ہو ؟

رِشی ۔ شانت ۔

بہن ۔ سادھو کی آنکھ کیسی ہو ؟

رِشی ۔ سم درشٹی ۔

بہن ۔ سادھو کا کلام کیسا ہو ؟

رِشی ۔ شانتی دائیک ۔

بہن ۔ سادھو کیلئے موزوں کیا ہے ؟

رِشی ۔ کچھ نہیں ۔

بہن ۔ سادھو کا مذہب کیا ہے ؟

رِشی ۔ عشق ۔

بہن ۔ سادھو کی زندگی کیسے بسر ہو ؟

رِشی ۔ اس کے برہم رنگ میں رنگی ہُوئی ۔

بہن ۔ سادھو کا آسرا کیا ہے ؟

رِشی ۔ خدا ؟

بہن ۔ سادھو کی ملکیت کیا ہے ؟

رِشی ۔ سارا جگت ۔

(کالم ۔۔ پر)

بہن ۔ بادشاہ اور سادھو میں کیا فرق ہے ؟

رِشی ۔ بادشاہ کے پاس جو کچھ ہے، اُس کے کھوئے جانے کا فکر دامنگیر رہتا ہے اور سادھو کے پاس کچھ نہیں، اور فکر تنزل کچھ نہیں ۔ بادشاہ کو زوال کا فکر ہے اور سادھو کو نہیں ۔

بہن ۔ گرہستی اور سادھو میں کیا فرق ہے ؟

رِشی ۔ سادھو گرہست کے درخت کا پھل ہے ۔

بہن ۔ (رو کر عرض کرتی ہے) وہ کیا ہے، جو آپ میرے واسطے نہیں کر سکتے ۔ مَیں نکمی اور گناہوں سے بھری ہُوئی ہُوں ۔ آپ مجھے پتھر سمجھ کر ہی اپنی کشتی پر چڑھا کر سنسار سمندر سے نکال لے جائیے ؟

رِشی ۔ پُتری مَیں کس لائق ہُوں ؟ مَیں خود گنہگار ہُوں ! اس کرپا ساگر دیا ندھان کے رحم کا اُمیدوار ہُوں ۔ وُہی سب کا پرت پالک سب کا بخشنے والا، وُہی سب کی پناہ، وُہی سب کا سہارا ہے ۔ اُسی کی شرن لینی چاہیئے ؟

رسالہ "اوم" دلّی
کا
دھرم پرچار پرکاشن

"اوم" پریمیوں کی سہائیتا سے "دھرم پرچار پرکاشن" کے انتر گت مندرجہ ذیل پُستکیں شائع کی گئی ہیں:-

۱- بالمیکی رامائن حصہ اوّل
۲- شریمد بھگوت گیتا کا سنکھشپت پاٹھ
۳- یوگ ابھیاس اور گائتری جاپ
۴- گوبند اُپدیش

ان دنوں نئے بننے والے رسالہ "اوم" کے سالانہ خریداروں کو ہم مندرجہ بالا چاروں پُستکیں مفت بھینٹ کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ "بالمیکی رامائن کا دوسرا حصہ خاص رعائتی قیمت پر دیا جا رہا ہے۔ "بالمیکی رامائن" حصہ سوئم بھی شائع ہونے پر انھیں رعائتی قیمت پر دیا جائے گا جس کا اعلان صفحہ ۷۲ پر کیا گیا ہے۔

"اُپنشد"

بالمیکی رامائن حصہ سوئم کے بعد ہمارا ارادہ "اُپنشد" شائع کرنے کا ہے۔ اُس کے متعلق مفصل پروگرام کا اعلان ہم رسالہ "اوم" کے کسی آئندہ شمارہ میں کریں گے ——— "دھرم پرچار پرکاشن" کیلئے جن سجنوں نے ہمیں مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۷۶ء سے ۱۹ مارچ ۱۹۷۶ء تک رقوم ارسال کی ہیں۔ ان کے شُبھ نام حسب ذیل ہیں:-

۱- شری رام کمار سود- جوہی، کانپور
۲- لالہ گوردت چند جی ابرول- جبل پور
۳- پنڈت ہری چند جی بھاکڑی
۴- شری اوم پرکاش جی بھاکڑی- نئی دلّی
۵- شری گردھاری لال جی دھون- دلّی
۶- لالہ منگت رام جی مہاجن- سُپر بلاک کمپنی- نئی دلّی
۷- شری کرشن لال جی- فرید آباد
۸- شری چتر سنگھ جی- سانگوان
۹- ڈاکٹر نند لال جی پوری- جنگ پورہ- نئی دلّی
۱۰- میسرز موہن لال ہر کرشن لال جی سیبل- دلّی
۱۱- لالہ سنت رام جی- جنگ پورہ- نئی دلّی
۱۲- شری کوشل راج جی- جنگ پورہ- نئی دلّی
۱۳- شری گوکل چند جی- کوٹہ (راجستھان)
۱۴- شری ہری کرشن موہن لال جی
۱۵- شری ملک راج مہتہ- دلّی
۱۶- شری ایچ- آر- تلواڑ- دلّی
۱۷- شری بلرام جی بترہ- سونی پت
۱۸- گپت دان- مالویہ نگر- نئی دلّی
۱۹- شری اوم پرکاش جی جیرتھ- ڈیرہ دون
۲۰- پنڈت ہربنس لال جی شرما- بمبئی

بالمیکی رامائن (سنکھشپت)

بالمیکی رامائن میں کُل سات کانڈ ہیں ——— بال کانڈ، اجودھیا کانڈ، ارنیہ کانڈ، کشکندھا کانڈ، سُندر کانڈ، یدھ کانڈ اور اُتر کانڈ۔

بالمیکی رامائن حصہ اوّل میں بال کانڈ اور اجودھیا کانڈ شائع ہوئے ہیں۔ اس کی قیمت گیارہ (۱۱) روپے ہے لیکن یہ حصہ رسالہ "اوم" کے خریداروں کو سالانہ چندہ میں ہی مُفت بھینٹ کیا جاتا ہے۔

بالمیکی رامائن حصہ دوئم میں ارنیہ کانڈ اور کشکندھا کانڈ شائع ہوئے ہیں۔ اس کی قیمت آٹھ (۸) روپے مقرر ہے مگر رسالہ "اوم" کے سالانہ خریداروں کو ۳۱ مئی ۱۹۷۶ء تک یہ حصہ صرف چار (۴) روپے میں دیا جائے گا۔ رجسٹری ڈاک خرچ دو (۲) روپے علاوہ ہوگا۔ وی۔ پی منگوانے پر ایک روپیہ زائد۔

یکم جون ۱۹۷۶ء کے بعد حصہ دوئم کی رعایتی قیمت پانچ (۵) روپے۔ علاوہ ڈاک خرچ ہوگی۔

بالمیکی رامائن حصہ سوئم کی لکھائی چھپائی کا کام شروع ہے۔ اس میں سُندر کانڈ، یدھ کانڈ اور اُتر کانڈ شائع کیے جائیں گے۔ اس کی قیمت چودہ (۱۴) روپے مقرر ہوگی لیکن شائع ہونے پر یہ حصہ رسالہ "اوم" کے سالانہ خریداروں کی خدمت میں صرف آٹھ (۸) روپے علاوہ دو روپے (۲/-) ڈاک خرچ کل مبلغ دس (۱۰/-) روپے کیلئے وی۔ پی کیا جائے گا۔ بعد ازاں رعایتی قیمت دس (۱۰/-) روپے علاوہ ڈاک خرچ وصول کی جائے گی۔ اس لئے جو سجن رسالہ "اوم" کے سالانہ خریدار بننے کا ارادہ رکھتے ہوں، انھیں موجودہ رعایت سے مستفید ہونے کیلئے اپنا چندہ جلدی بھیج دینا چاہیئے۔ ——— گذشتہ اعلان کے مطابق ہماری اپیل پر جن "اوم" پریمیوں نے بالمیکی رامائن کے آخری حصہ (دوئم اور سوئم) کی رعایتی قیمت بمعہ ڈاک خرچ ہمیں پیشگی ارسال کر دی تھی۔ ان کی خدمت میں حصہ دوئم بذریعہ رجسٹری بھیج دیا گیا ہے، اور حصہ سوئم بھی شائع ہونے پر بذریعہ رجسٹری ارسال کر دیا جائے گا۔ اس امداد اور حوصلہ افزائی کے لئے ہم ان کے تہِ دل سے شکر گذار ہیں۔

"منیجر"

ضروری نوٹ:- رسالہ "اوم" کے نئے بننے والے خریدار سالانہ چندہ اٹھائیس (۲۸/-) روپے کے ساتھ ہی بالمیکی رامائن حصہ دوئم کی رعایتی قیمت چار (۴/-) روپے۔ کُل مبلغ بتیس (۳۲/-) روپے بھیجکر دو (۲/-) روپے ڈاک خرچ کی بچت کر سکتے ہیں۔ ——— انھیں سالنامہ "یوگ انک"، "گیتا پاٹھ"، "یوگ ابھیاس"، "گوبند ایڈیشن" اور بالمیکی رامائن حصہ اوّل کے ساتھ ہی حصہ دوئم بھی ارسال کر دیا جائے گا۔

"منیجر"